بیادگار حجۃ الکاملین امام الواصلین امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب
علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Oct, Nov, 1961

انوار الصوفیہ

قصور ضلع لاہور

مدیر مسئول
غلام رسول گوہر

نگران اعلیٰ
سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوری

مدیر معاون
مولانا عبدالعزیز مرتضائی

مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں، قصور (پاکستان)

رحمۃ اللہ علیہ

انوار الصوفیہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام ۱۹۰۴ کو شروع کروایا تھا رسالہ انوار الصوفیہ کی ۴۲ جلدیں مہیا کرنے پر جناب محمد محمود صاحب کا مشکور ہو اور ان رسائل کا سکین کا تمام کام شیخ معزالدین فاؤنڈیشن کے بانی جناب پروفیسر محمد عاطف صاحب نے کروایا ہے، (بختیار حسین جماعتی) رسائل کی لسٹ درج ذیل ہے

پروفیسر محمد عاطف
خلیفہ مجاز شیخ معزالدین طالبی جماعتی

شیخ معزالدین فاؤنڈیشن لاہور

1	1950 February	15	1965 March	29	1973 October
2	1950 March	16	1966 September	30	1973 November
3	1959 May June	17	1966 October	31	1974 February
4	1959 Sept October	18	1966 November	32	1974 April
5	1961 March	19	1967 October	33	1974 May June
6	1961 September	20	1968 October Nov	34	1974 July
7	1961 October Nov	21	1971 Agust	35	1974 May June
8	1962 April	22	1971 December 1972 Jan	36	1975 Agust
9	1962 January	23	1971 May	37	1975 July
10	1962 November	24	1971 July	38	1975 May
11	1962 December	25	1971 Semptember	39	1975 September
12	1963 March	26	1972 April	40	1976 Nov Dec
13	1964 May JUne	27	1973 January	41	1976 Sep Oct
14	1964 JUNE	28	1973 September	42	1977 March April

بفیض روحانی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سراج الملت والدین مولانا الحاج حافظ

علامہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی پوری

بسرپرستی زبدۃ العارفین عالیجناب شمس الملت مولانا الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب

دامت برکاتہم علی پوری

بظلِ حمایت زبدۃ العارفین معین الملت مولانا الحاج حافظ پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب

مدظلہ العالی علی پوری

انجمن خدام الصوفیہ کا دینی، مذہبی، شریعت و طریقت کا علمبردار، صوفیائے کرام کی جان، علمائے امت کا مرغوب قلب رسالہ

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور پاکستان

جلد ۲	ماہ اکتوبر - نومبر ۱۹۶۱ء	شمارہ ۲-۳

زرِ سالانہ

پاکستان و بھارت سے پانچ روپے - فی کاپی ۸/

معاونین کرام سے - بیس روپے

سرپرست حضرات سے - تیس روپے

یہ سرخ نشان ________

اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کے چندہ کی میعاد ختم ہوگئی ہے مہربانی کرکے آئندہ سال کیلئے مبلغ پانچ روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں اگر آئندہ سال کی خریداری منظور نہ ہو تو ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر اطلاع دیں ورنہ آئندہ ماہ کا رسالہ آپکو وی پی کیا جائیگا جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔

مولانا غلام رسول گوہر ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے لاہور آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور سے شائع کیا۔

ترتیب

حال و قال

مدیر مسئول

موت العالم موت العالم

عالم کا مرنا ایک جہان کا مرنا ہے۔ عالم سے مراد عالم ربانی ہے۔ جو عرفانِ حق کے نشہ سے سرشار ہو کر اپنی عمر کا ایک ایک لمحہ طاعت حق میں صرف کرتا ہے۔ اور لوگوں کو اپنے قول اور فعل کی صداقت اور حقانیت سے دعوت حق کا پیغام سناتا ہے۔ جس کی بشریت اور ناسوت مضمحل اور فانی ہو جاتی ہے اور ملکوتی صفات کا اس پر انعکاس ہوتا ہے۔ وہ ان چیزوں کو بھی جو جسم فانی کو آسائش پہنچاتی ہیں نعمت تصور نہیں کرتا بلکہ وہ ان چیزوں کو بھی جو جسم کے لیے زحمت اور مصیبت اور الم اور رنج وغم کا موجب ہیں اپنے لیے نعمت یقین کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر حال میں خوش نظر آتا ہے اگرچہ وہ بظاہر کتنا ہی مصیبت میں مبتلا ہو۔ ایسے ہی عالموں کے حق میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

وان العالم یستغفر لہٗ من فی السماوات ومن فی الارض والحیتان فی جوف الماءِ وان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علیٰ سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاءِ وان الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا درھمًا وانما ورثوا العلم فمن اخذہٗ اخذ بحظ وافرٍ (رواہ احمد والترمذی۔ مشکوٰۃ)

بیشک عالم کے لئے ہر وہ مخلوق جو زمین و آسمان میں ہے مغفرت کا سوال کرتی ہے اور مچھلیاں پانی میں عالم کے لئے مغفرت مانگتی ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح چودھویں کے چاند کی۔ تمام ستاروں پر ہے۔ اور بیشک عالم نبیوں کے وارث ہیں۔ اور نبی کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ تو علم کا وارث بناتے ہیں۔ پس جو شخص علم کو لے تو وہ اس کو وافر حصہ کے ساتھ لے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ عالم کی فضیلت تم پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تمہارے ادنےٰ پر ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ملائکہ اور زمین اور آسمان والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی پانی میں البتہ یہ سب مخلوق اس پر صلوٰۃ بھیجتی ہے جو لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا ہے۔

حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو شخصوں کی بابت سوال کیا گیا کہ ایک رات کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے اور ایک صرف فرض نمازوں پر قناعت کرتا ہے اور رات کو سو رہتا ہے۔ اور صبح کو جب بیدار ہوتا ہے تو وہ لوگوں کو خیر اور نیکی کی تعلیم دینے کے لئے بیٹھ جاتا ہے۔ ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جو فرض نمازیں پڑھتا ہے اور لوگوں کو دین کی تعلیم دینے کے لئے بیٹھتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

کے زندہ رکھنے سے بہتر ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رات کو ایک گھڑی دین کی تعلیم دینی اس کے زندہ رکھنے سے بہتر ہے۔ یہ صرف ان علماء کی شان ومنقبت ہے جو کثرت عبادت اور ذکر وفکر۔ شب بیداری۔ تہجد گذاری۔ نوافل کی بہتات سے خالی ہیں۔ اور وہ علماء جو عالمانہ اوصافِ فاضلہ کے ساتھ عابدانہ اوصاف کو بھی جمع کرتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا کہنا۔ ایسے حضرات کو اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ جو عالمانہ وعابدانہ اوصاف کے جامع ہوں۔ ان کا وجود باوجود اہلِ عالم کے لئے باعثِ برکت ورحمت ہوتا ہے۔ اور دینی وروحانی زندگی ان سے حاصل ہوتی ہے۔ جب کوئی ایسا عالم جو مقام ولایت پر فائز ومتمکن ہے رخصت ہو جاتا ہے تو اہل عالم تعلیم روحانی سے چونکہ محروم ہو جاتے ہیں اس لئے فرمایا گیا کہ عالمِ دین کی موت ایک جہان کی موت کے برابر ہے۔ دنیا سے علماء وعرفاء کا اُٹھ جانا کوئی کم مصیبت نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب قیامت کا قرب ہوگا تو دین کا علم سلب کر لیا جائے گا۔ اس کی توجیہہ یوں فرمائی کہ علماء ربّت کو ان کے درمیان سے قبض کر لیا جائے گا۔ اب قیامت کا زمانہ روز بروز قریب ہوتا جا رہا ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے جو آثار بیان فرمائے ہیں ان میں سے اکثر وبیشتر کا ظہور ہو چکا ہے اور جو باقی ہیں وہ بھی بسرعت ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ مقتدایان ملت وپیشوایان امت کا ارتحال وانتقال قیامت کی عظیم الشان آیت ہے ابھی ہمارے دلوں سے مولٰنا الحاج حضرت امیرِ ملت اور آپ کے منجھلے صاحبزادہ حضرت مولٰنا الحاج پیر سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی مفارقت کا زخم مندمل نہیں ہوا تھا کہ آہ اچانک یہ المیہ بھی منصۂ شہود پر آئے بغیر نہ رہا کہ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین منبع رشد وہدایت معدن فضل وکرامت آفتاب ملک ولایت حضرت سراج الملت مولٰنا الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب محدث وسجادہ نشین آستانۂ عالیہ نقشبندیہ علی پور شریف بھی ۱۶ اکتوبر مطابق ۵ رجادی الثانی بروز پیر ساڑھے پانچ بجے ایک طویل عرصہ تک زحمتِ علالت کو صبر وضبط نفس سے برداشت کرنے کے بعد دارِ فانی سے دارِ آخرت کو جو دائمی اور باقی ہے انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بروز منگل نماز جنازہ باغ والی مسجد کی بائیں جانب وسیع میدان میں عقیدت مندوں نے ہزاروں کی تعداد میں ادا کی۔ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین مولٰنا الحاج پیر محمد شفیع صاحب سجادہ نشین چورہ شریف نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عقیدت مندوں کی صحیح تعداد جن کو نماز میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی معلوم نہیں لیکن اندازہ ہے کہ تین ہزار سے زائد ہوگی۔ آہ! جس کو دیکھو اشکبار نظر آتا تھا۔ حسرت ویاس ہر ایک کے چہرے سے مترشح تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس ناچیز گوہر کو مولٰنا الحاج پیر سید حید حسین شاہ صاحب مدظلہ کی شفقت اور اعانت سے نماز جنازہ سے پہلے ہی رُخِ انور کی زیارت نصیب ہو گئی۔ آپ میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے اور ہجوم کو چیرتے ہوئے سرِ اقدس کے قریب لے گئے۔ رُخِ انور سے کفن ہٹایا گیا۔ سبحان اللہ چہرہ تھا کہ بدر کامل تھا جو کفن کے نیچے چھپا ہوا تھا۔ چہرے سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ آنکھوں اور لبوں پر مسکراہٹ نمایاں تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ کو کامل سکون اور اطمینان نصیب ہو گیا ہے۔ بیماری کی زحمت دور ہو گئی ہے۔ صبر کا صلہ اور انعام پا لیا ہے اب آرام سے سو رہے ہیں۔ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد عقیدت مند اور مشتاقانِ زیارت نے حضور کی زیارت کے لئے مسابقت مسارعت کی جنازہ کے بعد دعا مانگنا بھی کسی کو یاد نہ رہا۔ حضرت پیر سید حید حسین شاہ صاحب

نے پکار کر فرمایا بھائیو! دعا تو مانگ لو۔ آپ کی بروقت تنبیہ پر سب نے دعا مانگی۔ پھر آپ کا جنازہ ہزاروں عقیدتمندوں کے کاندھے پر روضۂ اقدس کی طرف روانہ ہوا۔ سریر اقدس کو بانس باندھے گئے تھے کہ سب عقیدت مندوں کو جنازہ اٹھانے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ اس ناچیز کو بھی پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب کی توجہ اور اعانت سے چار مرتبہ سریر اقدس کے پائے کے نیچے ہو کر کاندھا دینے کا شرف حاصل ہوا۔ پھر آپ کی توجہ سے تابوت کی جو آپ کی آخری آرام گاہ ہے زیارت نصیب ہوئی۔ یہ تابوت دیکھنے میں تو لکڑی کا تھا لیکن حقیقت میں یہ جنت الفردوس تھا۔ اس میں روئی عجیب سلیقہ کے ساتھ بچھائی گئی تھی۔ پھر قبر مبارک جو روضۃ من ریاض الجنۃ کی مصداق ہے کے قریب بھی ممدوح العصر کی عنایت سے رسائی نصیب ہو گئی۔ آپ کو تابوت میں رکھا گیا اور پھر تابوت کو قبر مبارک میں بصد ادب و احترام کلمۂ شہادت کی گونج کے ساتھ اتارا گیا۔ اس سعادت سے بھی اس ناچیز کو حصہ عطا ہو گیا۔ پھر دو تختوں سے تابوت کے منہ کو ڈھانک دیا گیا۔ کیل وغیرہ لگائے گئے مٹی نہیں ڈالی گئی۔ قل شریف پڑھنے کے بعد جمعرات کے روز شاید مٹی ڈالی گئی ہو گی۔

ایک بات یاد آ گئی۔ جب حضور کے چہرہ کو دیکھا تو حضرت پیر سید اولاد حسین شاہ صاحب میرے قریب تھے۔ آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ مولوی غلام رسول! حضور کل سے فوت ہو گئے ہیں لیکن چہرہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ زندہ ہیں۔ اب بھی اگر کوئی بیدین اولیاء کی فضیلت کو نہ مانے تو کتنی بدبختی ہے۔ میں نے عرض کیا بیشک۔ بیشک آپ نے صحیح فرمایا۔ اولیاء اللہ کی بظاہر موت ہوتی ہے لیکن ان کے لئے یہ انتہائی مسرت اور شادمانی کا دن ہوتا ہے۔ وہ دنیا کے قید خانہ سے رہا ہو کر مولیٰ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں ان کو محبوبِ حقیقی کا وصال نصیب ہوتا ہے۔ اسی لئے ان کے یومِ وفات کو یومِ وصال یا یومِ عرس سے تعبیر کرتے ہیں۔

رسم قل خوانی و دستار بندی

بروز بدھ مورخہ ۸ ستمبر کو مسجد نور میں قل خوانی ہوئی۔ سینکڑوں یارانِ طریقت اور خویش و اقربا اور اہل دہ نے مل کر کلمہ طیبہ پڑھا اور بار بار اول سے لے کر آخر تک قرآن پاک کے پارے پڑھے گئے۔ ستر ہزار یا اس سے زیادہ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا گیا۔ قرآن کے متعدد ختم ہوئے۔ سبحان اللہ کیا ہی پاک مجلس تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے رحمت و انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ اس مبارک مجلس میں جو کچھ پڑھا گیا جمع کر کے سجادہ نشین صاحب چورہ شریف مدظلہ العالی کی ملک کیا گیا۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر باچشم اشکبار ایصال ثواب کی دعا کی۔ بعد ازاں مولانا الحاج شمس الملت حضرت پیر سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ نے کمال رأفت و شفقت سے اپنی دستار مبارک اتار کر مولانا الحاج علامہ پیر سید اختر حسین صاحب مدظلہ کے سر مبارک پر رکھ دی اور نہایت دردانگیز اور بھرائی ہوئی آواز میں آپ کی طرف اشارہ کر کے حاضرین سے فرمایا آپ سجادہ نشین ہیں۔ اور آپ ہی اب حضرت صاحب ہیں۔ قبلہ اختر حسین صاحب نے باچشم اشکبار جناب عمومی صاحب کی خدمت میں دست بستہ عرض کی حضرت یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ میں آپ کا بچہ اور غلام ہوں۔ آپ میرے محترم بزرگوار اور جناب والد صاحب کے قائم مقام ہیں۔ آپ کے ظلِ عاطفت کے ہوتے ہوئے میرے لئے کب سزاوار ہے کہ اس بارِ عظیم کو اٹھاؤں۔ میرے ذمہ جو امور شرع سے مفوض ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ کی توجہ اور دعا برکت سے ان سے

انوار الصوفیہ قصور کی خدمت کرنی ہی اب میں عزت و مکرمت ہے۔ حضرت
عہدہ برآ ہو سکوں۔ میرے لئے یارانِ طریقت اور سلسلہ کی خدمت کرنی ہی اب میں عزت و مکرمت ہے۔ حضرت
شمس الملت نے فرمایا۔ نہیں آپ ہی سجادہ نشین ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور حضرت قبلہ عالم امیر ملت کے تصرف
اور روحانی توجہ سے تمام امور باحسن وجوہ سرانجام ہوں گے آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ جن کا توکل رب تعالیٰ پر ہوتا ہے
وہ خود ان کا معین و مستعان اور کفیل و کارساز ہوتا ہے۔ ع

خدا خود میر سامان است ارباب توکل را

رسالہ کی تاخیر کی وجہ

مولانا الحاج رئیس المتکلمین پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی معیت میں سات اکتوبر کو موضع اقبال نگر ضلع منٹگمری حضرت قبلہ عالم امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سالانہ عرس شریف کے جلسہ پر چلا گیا اور وہاں سے فارغ ہو کر یارانِ طریقت کے اصرار سے حضرت ممدوح الصدر کی رفاقت عین سعادت میں مختلف چکوں کا دورہ کیا بعض چکوں میں حضرت امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سالانہ عرس شریف کی مبارک تقریب بھی منائی گئی۔ عشاء کی نماز کے بعد ہر چک میں جلسہ ہوتا جس میں وعظ اور نعت خوانی ہوتی اور قریباً رات کے ایک دو بجے تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ اس دورہ سے جب فارغ ہو کر چودہ اکتوبر کو واپس آیا تو فوراً لاہور کاتب کے پاس گیا تا کہ کاپیوں کی تصحیح کر کے رسالہ چھپوا کر دو تین روز میں نکال دوں۔ لیکن بڑا افسوس ہوا کہ کاتب کے پاس مسودہ جوں کا توں پڑا ہوا تھا۔ وہ بعض خانگی عوارض و موانع کی وجہ سے ان کی کتابت نہ کر پایا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ اکتوبر کے رسالہ کو نومبر کے رسالہ کے ساتھ منضم کر کے ایک ہی اشاعت میں شائع کیا جائے۔ ہمارے کرم فرماؤں کو اس تاخیر سے جو پریشانی ہوئی ہو گی ہمیں اس کا بڑا احساس ہے۔ اس لئے ہم ان سے معافی کے خواستگار ہیں۔ آئندہ انشاءاللہ العزیز رسالہ باقاعدہ مقررہ تاریخ پر شائع ہوا کرے گا۔ (گوہر)

یہ رسالہ صوفیوں اور عالموں کی جان ہے
صادق الاعتقاد ہے اور مظہر الایمان ہے

صدق دل سے جو قبول لے گا اسے
پائیگا ازلی فضیلت نعمت یزدان سے

دور رہتا ہے ضلالت سے جو پڑھتا ہے اسے
جو سنے دل لا کے اسکو صاحب رضوان ہے

شاہ جماعتؒ پیر کا ایجاد کردہ نور ہے
نور ہے انوار صوفی واضح القرآن ہے

جس شجر کی آبیاری شاہ جماعتؒ خود کریں
جو کرے انکار اسکا صاحبِ "عصیان" ہے

بھول کر بھی اس کو مجبور نہ کبھی
چندہ اس کا ہے سخاوت جو سراپا دان ہے

اس جہاں میں شادمانی سے بچوگے ظلم سے
آخرت میں تم پہ واجب رحمت غفران ہے

از قلم مفتی مصطفٰے علی خاں نقشبندی جماعتی
مہاجر مدینۃ المنورہ

سلسلہ کا مدینۃ المنورہ ۳۲ و ۲۲

مسجد غمامہ و مسجد سبق

مسجد غمامہ حرم شریف حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جانب مغرب ایک ہزار گز دور ہے۔ ان ایام میں وسط شہر مبارک میں ہے۔ زمانہ حیات دنیوی حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اس مسجد کا مقام جانب مغرب حد شہر پاک سے باہر تھا اور یہاں کھلا میدان تھا، سلمہ سے ہر سال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی میدان میں عید الفطر و عید الضحیٰ کی نمازیں پڑھاتے تھے۔ اور آپ پر بادل کا سایہ رہتا تھا۔ عربی میں غمام و غمامہ کے معنی بادل ہے۔ اس جگہ مسجد مبارک بنائی جانے کے بعد اس کا نام مصلائے عید تھا اور تمام پرانی کتب میں یہی نام پایا جاتا ہے متاخرین نے اس کو مسجد غمامہ مشہور کیا ہے۔ مسجد النبوی کے بعد مدینہ منورہ میں یہ سب سے بڑی مسجد ہے موسم حج میں جب زائرین سے مسجد النبوی میں جگہ تنگ ہو جاتی ہے تو اس مسجد میں نماز جمعہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس مسجد کی چھت تین بڑے اور پانچ قدرے چھوٹے قبوں سے بنی ہے اور مینارہ کوئی نہیں۔ اس مسجد شریف کی زیارت معلمین و مزورین نہیں کراتے لیکن تمام حاجیوں کو اس کی زیارت کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ اس مسجد کے سامنے کھجور کی منڈی ہے اور حاجی صاحبان جب کھجور خریدنے جاتے ہیں تو اس پر نظر پڑتی ہے۔ اور جہاں شکرانہ عیدین میں جس زمین پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی میں نمازوں میں جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ سربسجود ہوتے تھے نفل نمازوں میں خود بھی سربسجود ہو کر شکرانہ الٰہی ادا کرتے ہیں۔

مسجد سبق یہاں سبق کے معنی کتاب کا درس نہیں ہے بلکہ مسجد مقام سبقت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سورۂ انفال میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو فرمایا ہے وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ الخ یعنی کافروں کے لئے جن سے تم کو جہاد کا اتفاق ہونے والا ہے تیار رہو جو قوت تمہارے سے بن پڑے اور جتنے گھوڑے جو تم باندھ سکو۔

اس فرمان کی تعمیل میں حضور سلطان المجاہدین صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑ دوڑ کراتے تھے۔ گھوڑ دوڑ شروع ہوتی تھی مصلائے عید کے مقام سے اور ختم ہوتی تھی تخمیناً ڈیڑھ میل دور جانب شمال مسجد سبق کے مقام پر جہاں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم قیام فرما ہوتے تھے۔ اور جو گھوڑا دوڑ میں پہلے آیا اس کے مالک کو انعام سے نوازتے تھے۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے شاندار انعام حاصل کرنے والے گھوڑوں کے مالک صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے گھوڑوں کو خوب کھلاتے اور خوب تیار رکھتے تھے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم جہاں کھڑے ہوتے تھے اس مبارک مقام پر مسجد سبق ہے یعنی مسجد غمامہ سے جانب شمال پونا میل فاصلہ پر مساجد فتح و قبلتین وغیرہ کی پختہ سڑک پر حکومت کے بڑا ہسپتال ہے تو دوسری جانب مسجد سبق اس مسجد کے شمال و مشرق میں وسیع میدان ہے جو اڈہ ہے جدہ و مکہ اور مدینہ منورہ کے مابین آنے جانے والی موٹروں کا لیکن حاجی صاحبان کی موٹریں نہ اس اڈہ پر آتی ہیں اور نہ جاتی ہیں۔ اس مسجد کی زیارت بھی نہیں کراتے۔ چونکہ یہ مسجد شریف بھی اندرون آبادی ہے شائقین کو اس کی تلاش اور اس تک پہنچانے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ اس مسجد کی چھت فقط ایک بڑے قبہ سے بنی ہے جو قبۂ خضرا مبارک سے ذرا چھوٹی ہے اور رنگ سفید ہے۔ مینار کوئی نہیں۔

(نوٹ:۔ آجکل جو ہمارے ملک میں گھوڑ دوڑ پر جوا ہوتا ہے اس کے متعلق زمانۂ حال کے بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ دوڑ میں جیتنے والے گھوڑے کے مالک کو فقط اس کے گھوڑے پر جو بازی لگی ہو لینا جائز ہے اور دوسروں کے لئے حرام۔ اس فتویٰ سے ہمارا اتفاق نہیں کیونکہ جو گھوڑ دوڑ پاکستان یا ہندوستان وغیرہ میں ہوتی ہے نہ جہاد دین کے لئے گھوڑوں کو تیز و تیار کرنے کی نہیں ہوتی۔

جوا ہر حالت میں حرام ہے سخت حرام ہے۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے۔ سورہ بقر ۲۷ رکوع ۲۱۹ آیۃ مبارکہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ یعنے آپ سے شراب اور جوا کے متعلق پوچھتے ہیں، فرماؤ کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ نیز سورۃ مائدہ کے بارھویں رکوع آیات شریفہ ۹۱-۹۲ میں جوا کو عمل شیطان فرمایا ہے۔ تمام مومنوں کو گھوڑ دوڑ سے دور رہنا چاہیئے تاکہ جوا میں شیطان نہ پھنسا دے۔ جو بہت بڑا گناہ کبیرہ ہے)۔

راجہ رشید محمود میانوی

حسنِ پیمبرؐ کی روشنی

یہ آنکھ اور حسنِ پیمبر کی روشنی
دیکھو تو آج میرے مقدر کی روشنی

دیکھی ہے اُن کے روئے منور کی روشنی
ہے جس کے دم سے آج مرے گھر کی روشنی

اس سے نہ کچھ خطر ہے، نہ اس سے کوئی امید
رہزن کی تیرگی ہو، کہ رہبر کی روشنی

اے آفتابِ نور! ترے لطف کے نثار
تجھ سے ہے میرے سینے کے اندر کی روشنی

یارب یہ آرزو ہے کہ پاؤں کبھی تو میں
طیبہ کے آفتابِ منور کی روشنی

اے خارِ دشتِ طیبہ، زہے تیرا التفات
ہاں! دیکھ لی خیاں کے گلِ تر کی روشنی

جب بھی لیا ہے نام نبیؐ کریم کا
محمود بڑھ گئی دلِ مضطر کی روشنی

گلشن مدحت سرائی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

لسان الحسان الحاج علامہ شاہ ضیا القادری بدایونی مدظلہ

حضرت علامہ ضیا القادری صاحب نے بڑی نوازش فرمائی ہے کہ ہماری درخواست قبول فرماتے ہوئے آپ نے ماہنامہ "انوار الصوفیہ" کے لئے قلمی تعاون کا وعدہ فرمایا ہے۔ ادارہ جناب کا تہ دل سے مشکور ہے دگھیر

ہے جلوؤں کی نمائش بیت معمور محمد سے — دو عالم مطلع انوار ہیں نور محمد سے

ہے عالم میں جلا اصحاب مغفور محمد سے — جہان حسن میں ہے روشنی نور محمد سے

طہور و کوثر و تسنیم نے پائی ہے شیرینی — سر بزم ازل صہبائے انگور محمد سے

سیاہی چھا گئی ہے نامۂ اعمال امت پر — گھٹا رحمت کی برسی زلف دیجور محمد سے

ہوا شق چاند سورج بعد مغرب غرب سے پلٹا — ہے واقف اک جہاں اعجاز مشہور محمد سے

وہ قاسم بن کے آئے انکی قسمت اے تعالی اللہ — رموز معرفت آئینہ ہیں مقدور محمد سے

ہیں اسرار حق و ناحق سے واقف معرفت والے — کوئی سر انا الحق پوچھے منصور محمد سے

ولی ابدال قطب و غوث سب کچھ بن بچا لیکن — فضیلت میں یہاں ہیں کم اصحاب مشہور محمد سے

رہیں گے تا ابد احکام جاری سب شریعت کے — قوانین جہاں بنتے ہیں منشور محمد سے

خدا کا شکر ہے لاریب شکر رحمت عالم — تشکر جن و بشر آتے ہیں مشکور محمد سے

پس مردن بفضل رب اجالا ہو گا مدفن میں

منور ہے ضیا سینہ میرا نور محمد سے

علامہ شاہ ضیاء القادری بدایونی مدظلہٗ

ایضاً

خسروِ کون و مکاں ہیں تاجدارِ ہاشمی
دو جہاں کے تاجور ہیں شہریارِ ہاشمی

نو بہارِ فردوس ہے ہر گلعذارِ ہاشمی
خلد در آغوش ہے باغ و بہارِ ہاشمی

جلوہ گاہِ نورِ یزداں ہے دیارِ ہاشمی
ہے چراغِ طور ہر شمعِ مزارِ ہاشمی

آپ تھے روزِ ازل بھی نورِ ذاتِ لم یزل
ہے ابد آثار جاہ و اقتدارِ ہاشمی

حور و غلماں انبیاء و اولیاء ہیں جاں نثار
ہے گروہِ جن و انساں جاں نثارِ ہاشمی

شافعِ کل ہیں محمد ہے امیدِ مغفرت
میں وہ مجرم ہوں کہ ہوں عصیاں شعارِ ہاشمی

تا بہ لب تسنیم و کوثر لائے اپنے ساتھ
مجھکو رضواں نے جو سمجھا بادہ خوارِ ہاشمی

زلف و رُخ کے حاشیہ بردار ہر شام و سحر
رات دن منت کشِ لیل و نہارِ ہاشمی

نفسی نفسی کا ہجوم حشر میں ہر جا ہے شور
ہے مقامِ حمد اب دار القرارِ ہاشمی

انکی عزت انکی حشمت پر تصدق کائنات
اللہ اللہ یہ شرف یہ اقتدارِ ہاشمی

اے ضیاء جلووں سے انکے دو جہاں میں ہے ضیا
ماہِ تاباں ہیں رسولِ تاجدارِ ہاشمی

عزیز حاصل پوری
(ملتان)

عزیز صاحب کی اس کرم فرمائی کا کہ انہوں نے ماہنامہ انوار الصوفیہ کے لئے نیا کلام بھیجا ہے ادارہ تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

شانِ مصطفےٰ
صلے اللہ علیہ وسلم

صبحِ بہشت ہے رُخِ تابانِ مصطفےٰ ۔۔۔ جنّت کی شام گیسوئے پیچانِ مصطفےٰ

کیوں ماورائے عقل نہ ہو شانِ مصطفےٰ ۔۔۔ خالق بھی خلق بھی ہے ثنا خوانِ مصطفےٰ

کون و مکان کی سروری! شایانِ مصطفےٰ ۔۔۔ دونوں جہاں ہیں تابعِ فرمانِ مصطفےٰ

میرا حریم دل ہے شبستانِ مصطفےٰ ۔۔۔ کعبہ خدا کا گھر ہے کہ ایوانِ مصطفےٰ

تو ہے عزیز چاک گریبانِ مصطفےٰ ۔۔۔ ہو تیرے سر پہ سایۂ دامانِ مصطفےٰ

اوجِ کمال، رتبۂ آدم ہیں آپ ہی ۔۔۔ ہر آدمی ہے بندۂ احسانِ مصطفےٰ

ملتا نہ کیوں لقب اُسے رُوح الامین کا ۔۔۔ جبریل ہے پیامی و دربانِ مصطفےٰ

تعظیم کے لئے ہے سرِ آسماں بھی خم ۔۔۔ اللہ رے یہ رتبۂ ایوانِ مصطفےٰ

ہر آن سائلوں کے لئے عید ہے عزیز
ہر وقت باز ہے درِ فیضانِ مصطفےٰ

ادیب سیمابی
(از ملتان)

رحمۃ للعالمین

نزولِ رحمتِ معبود غم خواروں کے اوپر ہے
محمدؐ پر، محمدؐ کے وفاداروں کے اوپر ہے

تری سرکار اے سرکار، سرکاروں کے اوپر ہے
ترا دربار دنیا بھر کے درباروں کے اوپر ہے

تری تابانیٔ رخسار سیاروں کے اوپر ہے
کہ ہر سیّارہ صدقے تیرے رخساروں کے اوپر ہے

خدا اللہ کی رحمت گنہگاروں کے اوپر ہے
تصدق تندرستی تیرے بیماروں کے اوپر ہے

نگاہِ سرورِ عالم خطاکاروں کے اوپر ہے
کرم محشر میں چارہ گر کا بیچاروں کے اوپر ہے

کوئی کیا کر سکے تفسیر تیرے مصحفِ رُخ کی
مدارج ہیں کتاب اللہ کے پاروں کے اوپر ہے

یقیناً آپ ٹھہرے رحمۃ اللعالمیں آقا
گلوں پر جو عنایت ہے وہی خاروں کے اوپر ہے

جو رنگ و بو نظر آیا ہمیں صحرائے بطحا میں
کہاں وہ بزمِ عالم کے چمن زاروں کے اوپر ہے

نہیں پوشیدہ وہ تم سے بھی مرے شمس الضحیٰ آقا
جو روشن میری حالت رات کے تاروں کے اوپر ہے

حوادث کے شرارے ہیں جدھر کروٹ بدلتا ہوں
مرا دل لوٹتا اب غم کے انگاروں کے اوپر ہے

کوئی تیرے بغیر اس کا مداوا ہو نہیں سکتا!
جو گردش آج تیرے درد کے ماروں کے اوپر ہے

نظر آئے تو کیا اس پر نگاہیں جم نہیں سکتیں
عجب عالم ترے روضے کی میناروں کے اوپر ہے

محمدؐ کے ہیں سب زیرِ نظر دنیا کے نظارے
محمدؐ کی نظر دنیا کے نظاروں کے اوپر ہے

عرب کے تاجور بھی تم، عجم کے تاجور بھی تم!
تمہاری تاجداری جملہ سرداروں کے اوپر ہے

زیارت لازمی ہے آپ کے دربار کی اُن کو
کہ یہ حکمِ خدا کعبے کے زوّاروں کے اوپر ہے

بیاں شانِ صحابہ ہو نہیں سکتی کسی سے بھی
کہ وا دروازۂ رحمت ترے یاروں کے اوپر ہے

خلوصِ دل، محبت، جذبۂ ایثار و قربانی
وفا سب ختم آقا کے وفاداروں کے اوپر ہے

ادیب پارے تو ملتے ہیں ہزاروں شعر میں لیکن
تسلط نعت کا سارے ادب پاروں کے اوپر ہے

صابر براری الضیائی

نورِ مبیں

سنگِ درِ حضرت ہو یہ ہو جذبِ اثر بھی　　سجدے میں ہو سر خم نہ رہے اپنی خبر بھی

اللہ رے یہ قدرتِ انگشتِ شہادت　　خورشید پلٹ آیا ہوا ٹکڑے قمر بھی

حالاتِ جہاں بھر کے الم نشرح ہیں ان پہ　　رکھتے ہیں وہ ہر گوشۂ عالم کی خبر بھی

فردوس ہے انکے قدمِ ناز پہ قرباں　　آتی ہے نظر خلد ہر اک راہگذر بھی

اشجار بھی دیتے ہیں شہِ دیں کی شہادت　　گویا ہیں ابوجہل کے ہاتھوں میں حجر بھی

ذرّاتِ کفِ پا سے بنے اختر و انجم　　روشن ہوئے اس چاند سے خورشید و قمر بھی

بخشش کے اُسی سمت برس جائیں گے جھالے　　وہ دیکھ لیں گے حشر میں جس سمت جدھر بھی

قرآں تو یہ کہتا ہے کہ ہیں نورِ مبیں آپ　　تسلیم کہ سرکارِ دو عالم ہیں بشر بھی

ہستی یہ میری ہو شرفِ ہستیِ عالم　　اِک چشمِ عنایت ہو اگر ان کی اِدھر بھی

صابر کو طلب کیجئے طیبہ میں خدارا
سرکار، یہ محتاج بھی ہے خستہ جگر بھی

شیدا بیکانیری

یہ ہے ایماں مسلماں کا یہ لازم ہے مسلماں کو — کہ سمجھے جان اور ایمان وہ محبوب سبحاں کو

میری بخشش کا ساماں ایک حضرت کی محبت ہے — مجھے کافی ہے یہ ساماں کروں کیا ساز و ساماں کو

تمنا ہے کہ ان آنکھوں سے دیکھوں روضۂ اطہر — بسایا ہے اسی خاطر سے میں نے دل میں ارماں کو

مسلماں ہوں ازل کے روز سے وابستۂ داماں ہوں — نہ چھوڑوں گا نہ چھوڑوں گا کبھی مولا کے داماں کو

وہ اعلیٰ مرتبہ سب سے دیا اصحاب میں حق نے — ابوبکرؓ و عمرؓ، عثماںؓ، علیؓ شاہ ذی شاں کو

یہ شرمندہ ہیں سورج چاند انکے حسن کے آگے — خدا نے حسن وہ بخشا ہے میرے ماہِ کنعاں کو

خوشی مرنے کی مجھکو کیوں نہ اس جینے سے بڑھ کر ہو — میں جی اٹھوں گا جب دیکھوں گا انکے روئے تاباں کو

بلایا بعد تکمیلِ رسالت حق نے خلوت میں — کوئی سمجھے تو کیا سمجھے بھلا اس رازِ پنہاں کو

کیا مردے کو زندہ قبر کہنہ سے چلا اٹھ کر — خدا نے دی تھی وہ طاقت جنابِ شاہِ جیلاں کو

اٹھائے شیخ نے پردے جو دل سے پردے پردے میں
یہ ناممکن ہے شیدا بھول جائے ان کے احساں کو

راحت کوٹی نقشبندی مجددی
بہارت

نعت شریف

زمانے بھر سے اعلیٰ شان ہے حضرت محمدؐ کی
خدا نے کی ہے خود قرآن میں مدحت محمدؐ کی

خوشا قسمت کہ ہر دم بیخودی سی مجھ پہ طاری ہے
اثر اپنا دکھاتی ہے مئے اُلفت محمدؐ کی

مری آنکھوں میں دل کی سب تمنائیں سمٹ آئیں
الٰہی اس طرح مجھ کو دکھا صورت محمدؐ کی

بُلایا خالقِ کونین نے خود عرشِ اعظم پر
میسّر کب کسی کو آئی یہ عظمت محمدؐ کی

گنہ گاروں پہ ہوگا سایہ گستر دامنِ حضرت
جہنم سے بچا لے گی اُنہیں شفقت محمدؐ کی

صداقت میں، مروت میں، امانت میں، دیانت میں
نبوّت ہی سے پہلے ہوگئی شہرت محمدؐ کی

یتیموں کی خبر لینا، غریبوں کی مدد کرنا
یہ تھا شیوہ محمدؐ کا، یہ تھی عادت محمدؐ کی

صحابہ، اللہ اللہ، جان سے قربان ہوتے تھے
دلوں کو اُن کے تڑپاتی تھی جب فرقت محمدؐ کی

عرب میں کیا، عجم میں کیا، غرض سارے زمانے میں
خدا کا شکر، آتی ہے نظر اُمت محمدؐ کی

مسلمانو! تمہارا بول بالا ہوگا دنیا میں
وہی سیرت کرو پیدا جو تھی سیرت محمدؐ کی

خدا کا شکر، آنکھیں دل کی روشن ہوگئیں راحتؔ
نظر میں رہتی ہے ہر وقت اب صورت محمدؐ کی

فنا منظہر الدین
راولپنڈی

برہانِ عظیم

کس کی زلفوں کی مہک لائی ہے طیبہ سے نسیم
دل وجاں وجد کناں، جھک گئے بہرِ تعظیم

مرے خواجہ کی عنایت کے مظاہر ہیں تمام
لب جاں بخش مسیحا یدِ بیضائے کلیم

تری آمد کی بشر ہیں زبور و انجیل
تری تصدیق میں نازل ہوا قرآنِ حکیم

لبِ داؤد پہ نغمے تری زیبائی کے
دلِ ایوب و ابراہیم میں تیری تکریم

خلد اک جلوۂ رنگیں تیری رعنائی کا
موجِ دریائے کرم تیری ہے موجِ تسلیم

لوحِ محفوظ ضیا ہے تری پیشانی کا
ترے ایوان کا زینہ ہے سرِ عرشِ عظیم

تری ایک ایک صدا رحمتِ باری کا پیام
تری ایک ایک ادا حجت و برہانِ عظیم

تری اقلیم کے ساحل ہیں ازل اور ابد
از ازل تا بہ ابد پھیلی ہے تیری اقلیم

دامنِ مہر میں ہے بھیک ترے جلووں کی
مہرِ تاباں تری انگشتِ شہادت سے دونیم

عرش و کرسی ترے دریا میں ہیں مانندِ حباب
سر فگندہ تری درگاہ میں سدرہ کے مقیم

تری رحمت نے گداؤں کو بنایا سلطاں
تری تدبیر نے کی نوعِ بشر کی تنظیم

خالقِ سیرت و کردار ہیں تیرے افکار
ضامنِ عدل و مساوات ہے تیری تعلیم

اُن پہ دنیائے محبت کے خزینے قرباں
تُو نے جو گنج گہربار کئے ہیں تقسیم

مظہرِ شانِ خدا تیرے فقیروں کا جلال
غیرتِ اطلس و دیبا ترے بوذر کی گلیم

ترے خدام ہیں پھر تیرے کرم کے محتاج
ترے قرباں تیرے خدام کی حالت ہے سقیم

اِک نظر اے شہِ ذی شان مدینے والے
کہ ہر اک درد کا درماں ہے تری ذاتِ کریم

اختر الحامدی حیدرآباد

درود اُن پر سلام اُن پر

وہ جن کا تھا انتظار۔ آئے۔ درود اُن پر سلام ان پر
حبیبِ پروردگار آئے۔ درود اُن پر سلام ان پر

شہِ تدلّٰی وقار آئے۔ درود اُن پر سلام ان پر
خدائی کے تاجدار آئے۔ درود اُن پر سلام ان پر

وہ فخرِ ہر افتخار آئے۔ درود ان پر سلام ان پر
وقارِ جملہ وقار آئے۔ درود ان پر سلام ان پر

وہ مصحفِ ہر جمال تار آئے۔ درود اُن پر سلام ان پر
وہ جانِ ہر جاں نثار آئے۔ درود اُن پر سلام ان پر

علاجِ ہر دل فگار آئے۔ درود ان پر سلام ان پر
قرارِ ہر بیقرار آئے۔ درود ان پر سلام ان پر

ضعیف کے دستگیر آقا، یتیم کے سرپرست آقا
غریب کے غمگسار آئے۔ درود ان پر سلام ان پر

ہے جشنِ میلادِ میرِ کوثر درِ حرم پر دراز ساغر
صدا یہ لب بادہ خوار آئے درود ان پر سلام ان پر

یہ نور کا فرش اللہ اللہ زمیں ہے یا عرش اللہ اللہ
حسین انوار بار آئے۔ درود ان پر سلام ان پر

حرم ادب سے خمیدہ سر ہے خدا کا گھر آمنہ کا گھر ہے
وہ کعبۂ افتخار آئے۔ درود ان پر سلام ان پر

ہے سارا عالم بہشت خانہ عروسِ گل پوش ہے زمانہ
وہ رنگ و بو در کنار آئے درود ان پر سلام ان پر

ہے غرقِ کیف وسرور دنیا بنی ہے فردوسِ نور دنیا
وہ عینِ جانِ بہار آئے۔ درود ان پر سلام ان پر

برس رہا ہے کرم کا غازہ شباب ہنستی ہے تازہ تازہ
وہ حسنِ کن کا نکھار آئے درود ان پر سلام ان پر

جمالِ انسانیت میں اجمل کمالِ محبوبیت میں اکمل
یگانۂ روزگار آئے۔ درود ان پر سلام ان پر

وہ نورِ اوّل وہ حسنِ آخر وہ مہر باطن وہ ماہ ظاہر
وہ مظہرِ کردگار آئے درود اُن پر سلام ان پر

نظامِ ہر دوسرا کے مالک تمام مِلکِ خدا کے مالک
امیر با اختیار آئے درود ان پر سلام ان پر

ہے اَوج پر بخت کا ستارہ، وہ دیکھ اختر ہوا نظارا
وہ یوسفِ جلوہ بار آئے۔ درود ان پر سلام ان پر

صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

نور محمد خالدی

ختمِ رسالت

دل میں میرے یادِ شہِ لولاک نگیں ہو
آنکھوں میں بسی میرے مدینے کی زمیں ہو

معراج کی شب کون و مکاں میں جو مکیں ہو
ظاہر میں کہیں اور حقیقت میں کہیں ہو

یوسف کہو کب دعویٰ اگر لاکھ حسیں ہو
تم صلِّ علیٰ نورِ خدا ماہِ مبیں ہو

اے شاہِ عرب سر تری چوکھٹ پہ جھکا ہے
تم کعبۂ ایماں ہو میرے قبلۂ دیں ہو

یوں ثبت تری پشت پہ کی مہرِ نبوّت
ہیں ختمِ رسل ختمِ رسالت کا یقیں ہو

لے گا نہ کبھی بھول کے شیدائے مدینہ
بدلے میں اگر طیبہ کے فردوسِ بریں ہو

آ پردے میں محبوب سے پردہ نہیں ہوتا
معراج میں خود حق نے کہا میرے قریں ہو

آ جائے نہ کیوں اوج پہ قسمت کا ستارا
سنگِ درِ محبوب ہو اور میری جبیں ہو

اے نور میں جب واصف و مداحِ نبی ہوں
پھر کیوں نہ میری نعت کی رنگین زمیں ہو

ممتاز علی خاں ممتاز
بلوچ رجمنٹ الہ آباد

نعت شریف

مجھے اپنا روضہ دکھا یا محمدؐ
مرے دل کی حسرت مٹا یا محمدؐ

یہی ہے میری آرزو بس یہی ہے
کہ طیبہ میں مجھ کو بُلا یا محمدؐ

تڑپ کر مروں گا نہیں گر بلایا
یہی میرے دل میں سمایا محمدؐ

تیرے ہجر میں اب کٹھن زندگی ہے
مجھے رُوئے انور دکھا یا محمدؐ

میرا دردِ فرقت بہت بڑھ گیا ہے
دوا اسکی کوئی بتا یا محمدؐ

مداوا کرو اس مرض کا بیارے
نہیں جز تیرے اب شفا یا محمدؐ

شب و روز میں یہ دعا مانگتا ہوں
کہ طیبہ میں جا کر کہوں یا محمدؐ

خدا مجھکو توفیق آنیکی گر دے
وہیں بس رہوں میں سدا یا محمدؐ

مگر بے بسی میری مانع ہے واللہ
میں آؤں تو کیسے بتا یا محمدؐ

میرے پیر برحق ہیں شاہ جماعت
تو صدقے میں انکے بلا یا محمدؐ

ہے ممتاز تیرا ازل سے ثنا خواں
اُسے اپنا جلوہ دکھا یا محمدؐ

کلیم جماعتی مجددی
صدر یا زار سیالکوٹ

زمزمۂ نعت شریف

کب نطقِ بشر سے ہو بیاں شانِ محمدؐ
ہے ذاتِ احد آپ ثنا خوانِ محمدؐ

انساں ہیں کہاں رتبہ شناسانِ محمدؐ
ہے علم خدا ہی کو ہے کیا شانِ محمدؐ

ہے عرش سے تا فرش محمدؐ کی حکومت
ہیں جن و ملائک تابعِ فرمانِ محمدؐ

پہنچے ہیں وہاں پہنچے نہ جبریل جہاں تک
اللہ رے یہ کروفر شانِ محمدؐ

مہتاب ہوا ایک اشارہ میں دو پارہ
سورج پلٹ آیا ہے بفرمانِ محمدؐ

خاطر سے محمدؐ کی کھلایا ہے خدا نے
یہ باغِ جہاں تو ہے گلستانِ محمدؐ

پابند ہیں منشائے الٰہی کے محمدؐ
اور ارض و سما تابعِ فرمانِ محمدؐ

صدیق و عمر حضرت عثمان و علی سے
پیدا ہیں کہاں جاں نثارانِ محمدؐ

میری تو کلیمؔ اتنی ہے اوقات کہ میں ہوں
وابستۂ دامانِ غلامانِ محمدؐ

عباد ہاشمی قصور

لا تقنطوا من رحمت اللہ

دلا راہ حقیقت دا پان اوکھا ‌ کر ڈوٹ تے وقت گذار دا رہو
ایہہ اوکھیاں گھاٹیاں دور منزل ‌ ثابت قدم توں رکھ رہوار دا رہو
پہلوں ہستی نوں پستی دے وچ رگڑے ‌ طمع حرص تے نفس نوں مار دا رہو
لا تقنطوا نہ بھُل جاویں ‌ مدح خوان محمدؐ مختار دا رہو
ایتھے جوڑ دا چسکا چور ہویا ‌ دائم ورد زبان غفار دا رہو
بھلا حشر نوں ہووے نجات تیری ‌ توں محمدؐ محمدؐ پکار دا رہو

سچ لبھیں حقیقت نوں پان والے ‌ حق حق کر کے چڑھ گئے دار اُتے
حق لبھدے کئی بحق ہو گئے ‌ تھلے سر تے آرے دے دھار اُتے
جیہڑے حق حقیقت نوں پا لیندے ‌ اوہ سو بہنچدے نے کنڈھے پار اُتے
وچ جنہاں دے حق نے گھر کیتا ‌ چھالاں ماریاں تہناں نے نار اُتے

تا حق نہ ماریا جائیں کدھرے ‖ سدا حق وچار وچار دا رہو
بھلا حشر نوں ہووے نجات تیری ‖ توں محمد محمد پکار دا رہو

چھمّن جوڑیاں نوں غلماں لکھ واری ‖ چہرے نوری نوں زلف دے تار چھمّن
چھمّن ہتھ حوراں نال لے جان صدقے ‖ کرناں نور منوّر رخسار چھمّن
جدیاں تلیاں جبریل نے چمیاں نے ‖ در چمدا اوہدے دربار دا رہو
بھلا حشر نوں ہووے نجات تیری ‖ توں محمد محمد پکار دا رہو

تابندگی بھلدی تاریاں نوں ‖ نور نبی جسدم ڈھلکاں ماردا سی
مات چند دی چاننی ہو جاندی ‖ نور نور تے نور نثار دا سی
سورج رہندا محکوم سی جلوے اگے ‖ جھکدا عرش لولاک دیدار دا سی
پتھر تران تے منہ وچ کہن کلمہ ‖ تے کہنوں نت بلال پکار دا سی
عبا و علی تے نبی دی حیدرا کو ‖ پنجتن توں جان نوں وار دا رہو
بیشک حشر نوں ہووے نجات تیری ‖ توں محمد محمد پکار دا رہو

حضرت مولانا غلام رسول صاحب
مدرس مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں

حیات وفضائل علمی رسول الکریم

ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ○

(ترجمہ) اور جو اللّٰہ تعالےٰ کے راستہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

اس آیۃ کریمہ کا مفہوم اور معنی سمجھنے کے لئے چند مقدمات پیش کئے جاتے ہیں مقدمہ اولیٰ میں ہم ذکر کریں گے کہ عالم دنیا کس کو کہتے ہیں۔ عالم دنیا کا مطلب قریبی زندگی کا زمانہ ہے قرآن پاک میں اس کو الحیوٰۃ الدنیا سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں روح اور بدن کا تعلق نہایت مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے مگر بدن کے احکام روح پر غالب رہتے ہیں۔ دنیا میں حیاۃ کا تقوم بدن اور جسم وبدن کا نشو ونما کھانے پینے سے ہے اور یہ عالم دار تکلیف ہے جب موت آتی ہے تو یہ زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ مقدمہ ثانیہ عالم برزخ میں موت سے بعد عالم آخرت سے پہلے تک جو عرصہ ہے وہ عالم برزخ ہے۔ قبر اس کا دروازہ ہے یا اس کا دوسرا نام ہے۔ علامہ محمد اسماعیل حقی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ علیہ تفسیر روح البیان ص ۱۷۵ پر اشارہ فرماتے ہیں۔ عالم موت سے لے کر یوم القیامۃ تک یہ دور قائم رہتا ہے اس میں روح اور بدن کے مابین نہایت لطیف اور قوی تعلق قائم ہوتا ہے۔ تعلق کی مثال یوں سمجھئے کہ روح بدن کے اجزاء پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور اجزاء بدن میں آثار حیات قائم ہو جاتے ہیں چنانچہ شیخ زادہ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ شارح بیضاوی ص ۶۸۶ وعلامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان ص ۳۸۷ میں اشارہ فرمایا ہے اور اس کی تصریح قرآن پاک میں بھی موجود ہے جیسا کہ اللّٰہ تعالےٰ نے فرمایا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ مقدمہ ثالثہ عالم آخرت میں یہی وہ جہان ہے جس کا نام قرآن پاک میں دار القرار یعنی ہمیشہ رہنے کا گھر رکھا گیا ہے۔ اس جہان کی زندگی غیر فانی ہے یہ ہمیشہ ٹھہرنے کا مقام ہے یہی زندگی اصل ہے۔ اللّٰہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ○

مقدمہ رابعہ عالم مثال میں۔ یہ وہ عالم ہے جس میں اشیاء واعمال متشکل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث معراج میں ہے کہ حضور صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت زیب وزینت کے ساتھ آئی جو کہ حقیقت میں دنیا تھی اس کی اور مثالیں بھی کتب حدیث اور سیر میں موجود ہیں۔ عالم مثال کا ذکر علامہ شاہ ولی اللّٰہ محدث دہلوی رح نے حجۃ اللّٰہ البالغہ باب الروح ص ۲۵ اور ص ۱۰۶ میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

مقدمہ خامسہ عالم ارواح۔ یہ عالم مذکورہ عالم

سے پہلے ہے اس عالم میں ہی عہد الست لیا گیا تھا اور نفوس نے اپنی ذاتوں پر شہادت بھی دی تھی جس کی طرف اللہ تعالے نے اشارہ واشہدھم علی انفسہم سے کیا ہے۔ اس کی انتہا والدہ کے بطن میں ہوتی ہے۔ جب جنین میں روح داخل ہوتی ہے اس عالم کا نام عالم ارواح جسم سے غیر متعلق اور مجرد ہونے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

مقدمہ سادسہ موت اور حیاۃ میں کون سا تقابل ہے؟ اہل سنت والجماعت ان کے درمیان تقابل تضاد[1] کے قائل ہیں دونوں کو وجودی کہتے ہیں اور معتزلہ موت کو عدمی کہتے ہیں یعنی تقابل عدم[2] یا الملکہ کے قائل ہیں۔ اہل سنت والجماعت نے اپنے قول پر اللہ تعالے کی کلام خلق الموت والحیوٰۃ کو شاہد بناتے ہیں۔ فرماتے ہیں خلق عدم کے منافی ہے کیونکہ جب تخلیق ہو گی وجودی ہو جائے گی یا الفرض والتقدیر اگر عدمیات کی خلقت بھی ہوتی ہو اور وہ حوادث ہوں اور عدم حوادث کا تقرر بھی ازلی ہو تو اس سے قطع حوادث لازم آتا ہے یہ باطل ہے معلوم ہوا موت وجودی ہے۔ علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی پ۲۹ ص۲ میں فرماتے ہیں والموت علی ما ذھب الیہ کثیر من اہل السنۃ صفۃ وجودیۃ تضاد الحیوٰۃ اس پر صاحب روح المعانیؒ نے ایک استدلال بھی پیش کیا ہے جس کی تلخیص یہ ہے کہ خلق کا متعلق وجودی چیز ہے کیونکہ فعل خلق عدمی اشیاء سے متعلق نہیں ہوتا۔ عدمیات تو ازلی ہیں۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تفسیر کبیر ص۱۷۰ ج ۸ میں فرماتے ہیں قال اصحابنا انہ صفۃ وجودیۃ مضادۃ الحیوٰۃ یعنی موت صفت وجودی ہے۔ علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالی موت کی تعریف کرتے ہیں۔ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو جانا۔ اس تعریف سے بھی موت کا وجودی ہونا ثابت ہوا۔

مقدمہ سابعہ۔ کسی شخص کے زندہ یا زندہ نہ ہونے کا معیار جسم ہے اور یہی زندگی کا محل ہے۔ جس کے بدن میں حیات ہو وہ زندہ ہے۔ جس کی روح حیات بدن سے منقطع ہے وہ زندہ نہیں قرآن پاک میں جہاں بھی انسانی حیات کا تذکرہ کیا ہے اس کا محل جسم بتایا ہے۔ شہداء کے متعلق ارشاد ہوتا ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء یہاں زندہ انہی کو فرمایا جو من یقتل کے ماتحت آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ قتل کا جسم محل ہے نہ کہ روح۔ لہذا زندگی وہی ہے جو کہ جسم کی ہے۔

اب ہم آیت کریمہ کے متعلق بیان کرتے ہیں اللہ تعالے ارشاد فرماتے ہیں شہید زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ شہید سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لاعلاء کلمۃ اللہ تلوار لے کر کفار کے ساتھ جنگ کیا اور اس سے اولیاء کرام بھی مراد ہیں جنہوں نے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا۔ علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان ص۲۸۵ میں بحوالہ علامہ قاشانیؒ

---

[1] تضاد ایک دوسرے کی ضد ہونا۔ جو دو چیزیں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں ان کے درمیان تقابل تضاد کا ہوگا جیسے انسان کے کئی مراتب ہیں مرتبہ جنین کم از کم اس کا درجہ چھ ماہ سے دو سال تک مرتبہ طفلیہ اول ولادۃ سے لیکر اڑھائی سال تک یہ ہمارے نزدیک ہے۔ امام محمد شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک فقط دو سال ہے۔ مرتبہ صباء دو سال سے لے کر سات سال تک۔ مرتبہ مراہقیہ سات سال سے لیکر پندرہ سال تک۔ مرتبہ شباب پندرہ سال سے لیکر پچاس سال تک۔ مرتبہ شیخوخۃ پچاس سال سے لیکر اسی سال تک۔ اس کے بعد مرتبہ کہولت اور هرم کا ہے منہ ۱۲ [2] یعنی موت ایک زندہ چیز سے زندگی کے ختم ہو جانے کا نام ہے۔

رقمطراز ہیں۔ المقتول فی سبیل اللہ صنفان مقتول با الجہاد الاصغر وبذل النفس طلباً لرضی اللہ کما ہو الظاہر ومقتول با الجہاد الاکبر وکسر النفس وقتلہا بقمع الہویٰ کما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال عند رجوعہ من بعض الغزو ورجعنا من جہاد الاصغر الی جہاد الاکبر وکلا الصنفین لیسوا باموات بل احیاء عند ربہم با الحیوٰۃ الحقیقیۃ مجردین من دنس الطباع مقربین فی حضرۃ القدس یرزقون فی الجنۃ یعنی جہاد دو قسم کا ہے جہاد اصغر اور جہاد اکبر۔ جہاد اصغر کفار کے ساتھ مقابلہ اور جہاد اکبر اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ وریاضت کا نام ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ دونوں گروہ زندہ با الحیوٰۃ الحقیقیۃ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب ان کو حاصل ہے اور رزق بھی ان کو ثمار جنت سے دیا جاتا ہے ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ رزق سے کیا مراد ہے اور حیات سے کونسی حیاۃ ہے اور یہ رزق کس عالم میں دیا جاتا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تفسیر جلالین صـ۵۲ پر ارشاد فرماتے ہیں یرزقون سے مراد یاکلون من ثمار الجنۃ ہے یعنی جنت کے پھل کھاتے ہیں اور ان کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں ہوتی ہیں۔ جہاں کہیں وہ چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ ان کا جسم کے ساتھ بھی تعلق ہے جیسا کہ ہم نے مقدمہ ثانیہ میں بیان کیا ہے قاضی القضاۃ فاضل بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یرزقون من الجنۃ وھو تاکید لکونہم احیاء فرحین بما آتاھم اللہ من فضلہ وھو شرف الشہادۃ والفوز با الحیوٰۃ الابدیۃ والقرب من اللہ والتمتع من النعیم حضرت شیخ زادہ رحمہ اللہ صـ۶۸۶ میں فرماتے ہیں اہل عذاب بھی زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں النار یعرضون علیہا غدواً و عشیا فدل ذالک علی انہم احیاء قبل یوم القیامۃ لاجل التعذیب واذا کان اہل العذاب احیاء قبل الحیوٰۃ لاجل التعذیب فیکون اہل الثواب احیاء قبلہ لاجل الاحسان والاثابۃ اولیٰ تفسیر کبیر ج ۳ صـ۹۶ پر امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں الحجۃ الاولیٰ ان قولہ بل احیاء ظاہرہ یدل علی کونہم احیاء حال نزول ہذا الآیۃ محلہ انہم سیصیرون احیاء بعد ذالک عادل عن الظاہر پھر امام رحمہ اللہ نے چار مزید تحقیق بیان کیں۔ جن میں ثابت کیا کہ شہداء زندہ ہیں اور حدیث پاک سے بھی استدلال کیا۔ ان میں سے ایک روایۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بھی نقل کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں انہا ترد انہار الجنۃ وتاکل من اثمارہا علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم لبغدادی الصوفی المعروف با الخازن رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ قال بعض مفسرین ان ارواح الشہداء ترکع وتسجد کل لیلۃ تحت العرش الی یوم القیامۃ پھر علامہ نے جسم مع الروح کی زندگی ثابت کی چنانچہ یرزقون کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی من ثمار الجنۃ وتحفہا علامہ خازن رحمہ اللہ نے بہت طویل کلام کی اور ثابت کیا کہ شہید زندہ ہیں۔ علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان صـ۱۷۵ ج ۱ میں ارشاد فرماتے ہیں بل احیاء ای کالاحیاء فی الحکم لا ینقطع ثواب اعمالہم قتلوا لنصرۃ دین اللہ فما دام الدین ظاہراً فی الدنیا وواحد یقاتل فی سبیل اللہ فلہم ثواب ذالک لانہم سنوا ہذہ السنۃ ولکن لا تشعرون کیف حالہم فی حیاتہم پھر علامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فالشہداء احیاء با الحیوٰۃ البرزخیۃ متنعمون لانہم اجسام لطیفۃ کالملائکۃ فانہم موجودون احیاء ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ شہداء اور اولیاء کرام زندہ ہیں جیسے کہ ملائکہ

کی زندگی ہے جس کی طرف علامہ اسماعیل حقی کی عبارت ظاہرا مشعر ہے اور حیواۃ جسمانی ہے جیسا کہ مقدمہ سابعہ سے معلوم ہوچکا ہے کہ حیواۃ کا محل وہ چیز ہوگی جو کہ موت کا محل ہے موت کا محل جسم ہے لہذا حیات کا محل بھی جسم ہی ہوگا۔ اور حیواۃ برزخی مراد ہے جس کا ذکر ہم نے مقدمہ ثانیہ میں بھی کر دیا ہے اور ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے ثمار جنت سے ان کی روحیں سرور اور تنعم میں ہیں۔ اگر کوئی معترض اعتراض کرے کہ وہ زندہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ وہ ایک دفعہ معدوم ہوچکا ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا اعادہ معدوم اور معدوم کا محال ہے کما صرح فی الکتب المنطق والفلسفۃ لہذا اس کا زندہ ہونا محال ہے تو جواب اس کا مقدمہ سادسہ میں گذر چکا ہے۔ کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ موت صفت عدمی نہیں ہے بلکہ وجودی ہے اعادہ معدوم کہاں اعادہ معدوم صرف سلب محض میں ناجائز ہے کما قال اہل المعقول۔ پھر کوئی سائل سوال کرتا ہے تمہارا یہ کہنا کہ عند ربھم یعنی وہ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہیں درست نہیں کیونکہ عندیتہ مکانیہ مستحیلہ ہے تو جواب یہ ہے کہ عند ربھم کا معنی فی حکم ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے ھذہ المسئلۃ عند الامام الشافعی کذا وعند غیرہ کذا یعنی اس مسئلہ کا حکم امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک یوں ہے۔ مطلب یہ تھا کہ وہ اللہ تعالی کے حکم میں زندہ ہیں۔ لہذا قال الشیخ رحمہ اللہ تعالی ہم بیان کر چکے ہیں کہ اہل عذاب بھی زندہ ہیں اس پر ایک شبہ ہے کہ ہمارے سامنے کئی دفعہ ایک میت کافر کی پڑی رہتی ہے اگر اس کو عذاب ہو تو ہمیں محسوس ہونا چاہیئے۔ اس شبہ کا ازالہ علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ باب المثال صفحہ میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں درد والم سزا و تکلیف اور سانپوں کا میت کو کاٹنا یہ سب چیزیں موجود ہیں۔

لیکن تجھ کو اس لئے نظر نہیں آتے کہ تیری آنکھیں ان ملکوتی امور کے مطالعہ کے قابل ہی نہیں تجھے کیسے نظر آئیں فرماتے ہیں تیرے لئے ضروری ہے کہ تو یقین کرے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف نظر نہیں کرتا ان کو حضرت جبریل امین علیہ السلام کے آنے کا یقین تھا باوجودیکہ انہوں نے دیکھا نہیں ہے وہ سانپ اور بچھو کسی اور نوعیت کے ہیں جو سانپ دنیاوی ہیں ان کے غیر ہیں جیسا کہ فرشتوں کو حیوانات سے کوئی مشابہت نہیں ہے اسی طریقہ سے ان اژدھا کو دنیاوی سانپوں سے کوئی مشابہت نہیں ہے اسی لئے تجھے نظر نہیں آتے لہذا تجھے اپنا ایمان اچھا اور قوی کرنا چاہیئے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تم کو نائم کی حالت کو دیکھنا چاہیئے جب وہ سوتا ہے تو اس کو بچھو کاٹتے ہیں اس کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ وہ کانپتا ہے اس کو پسینہ آتا ہے لیکن تم کو کچھ علم تک نہیں ہے اور نہ ہی تجھے کوئی تکلیف ہے۔ نتیجہ جب اہل عذاب زندہ ہیں تو شہداء اور اولیاء کرام بطریق اولی زندہ ہوں گے۔ یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اور زندہ بالحیواۃ الحقیقۃ ہیں۔ اللہ تعالی کا ان کو قرب حاصل ہے اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ ہر رات کو عرش معلی کے نیچے سجدہ اور رکوع کرتے ہیں۔ یہ کام یوم القیامۃ تک رہیں گے۔ ان کو سرور اور تلذذ اور نعم جنت حاصل ہیں۔ واللہ در القائل ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما!!!

ہر قسم کی کتابت کرتے وقت اپنی چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں!

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب
خطیب جامع مسجد مزنگ لاہور

استفتاء

یہ استفتاء کی قسط ثانی ہے اس میں دلائل و براہین سے ثابت کیا گیا ہے کہ مقتدیوں کو تکبیر کے کس کلمہ پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ اس کو اس پر محمول کیا جاوے گا۔ کہ حی علی الصلوٰۃ پر ابتدا قیام ہو۔ اور حی علی الفلاح پر انتہا۔ اقول (محمد و مائۃ حاضرہ فاضل بریلوی برد اللہ مضجعہ) ولا تعارض عندی بین۔ قول الوقایۃ و اتباعہا یقومون عند حی علی الصلوٰۃ و المحیط و المضمرات ومن معہما عند حی علی الفلاح فانا اذا حملنا الاول علی الانتہاء والآخر علی الابتداء اعاد القولان ای یقومون حین یتم المؤذن حی علی الفلاح انتہی۔

(۲۰) فتاویٰ انجمن نعمانیہ لاہور پاکستان ص۱۵۲ سوال ۱۴۷۶ جواب ۷/۸

خلاصہ جواب یہ ہے کہ نماز پنجگانہ میں جب مکبر حی علی الصلوٰۃ کہے تو امام اور مقتدی کھڑے ہوں پہلے کھڑے ہونا یا کھڑا رہنا مکروہ ہے۔ اسی طرح خطیب خطبہ پڑھ کر مصلیٰ پر بیٹھ جاوے جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے۔ تب کھڑا ہو جاوے۔

(۲۱) سیدنا حضرت امام محمد بن حسن بن فرقد شیبانی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ آپ فقہ و حدیث و لغت کے امام اور فصیح و بلیغ و ادیب بےنظیر تھے۔ آپ کے والد ماجد قبیلہ شیبان سے شہر حرستا کے رہنے والے تھے۔ جو دمشق میں وسط غوطہ کے اندر واقع ہے اور عراق میں آ کر واسط میں اقامت گزیں ہوئے جہاں آپ ۱۳۲ھ/۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشو و نما پائی۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی کی اور مدت تک ان کی صحبت میں رہ کر فقہ حاصل کی اور حدیث کو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف وغیرہما سے سنا۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں میں نے آپ کے سوا کوئی اعلم کتاب اللہ کا نہیں دیکھا۔ آپ عربیت و نحو و حساب میں بڑے ماہر تھے۔ تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے امام شافعی کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بوجھ اونٹ کا علم اخذ کیا ہے اور میں نے ان سے زیادہ کوئی عقیل نہیں دیکھا۔ اور میں نے آپ کے سوا کوئی فربہ اندام ذکی نہیں دیکھا۔ امام شافعی نے آپ کی کتابوں کو منگا کر ان کی نقل کی۔ امام احمد سے جب پوچھا گیا کہ آپ کو یہ مسائل دقیقہ کہاں سے حاصل ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ امام محمد کی کتابوں سے حاصل ہوئے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میرے نزدیک فقہ میں امانت دار لوگوں کے امام محمد ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص فقہ کا ارادہ کرے اس کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے اصحاب کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے کیونکہ معانی قرآن و حدیث انہیں سے میسر ہوئے ہیں۔ اور خدا کی قسم میں امام محمد ہی کی

کتابوں سے نفیتہ ہُوا ہوں۔

ایک مرتبہ امام شافعی رحمہ اللہ نے آپ کے پاس رات بسر کی اور صبح تک نمازیں کھڑے رہے اور امام محمد بستر پر لیٹ گئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ بات ناگوار گذری۔ جب فجر ہوئی تو آپ اُٹھے اور بغیر تجدید وضو کے نماز پڑھائی امام شافعی نے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے اپنے نفس کے لئے عمل کر کے صبح کر دی اور میں نے اُمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عمل کر کے کچھ اوپر ہزار مسئلہ کتاب اللہ سے نکالا۔ آپ نے امام شافعی کی والدہ سے جو بیوہ تھیں نکاح کیا اور جب آپ سوار ہو کر کہیں جایا کرتے تو امام شافعی رحمہ اللہ اکثر پیادہ آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ آپ بڑے افصح الناس تھے۔ جب کلام کرتے تو سننے والا یہی خیال کرتا تھا کہ قرآن شریف آپ کی بولی میں نازل ہُوا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے بجز امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے اور کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا کہ جب اس سے کوئی مشکل مسئلہ پوچھا گیا ہو تو اُس کے چہرے میں کراہت ظاہر نہ ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں جب میں پہلی دفعہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہُوا تھا تو حضرت الامام نے مجھ سے پوچھا تھا کہ قرآن مجید کو یاد ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں امام صاحب نے کہا اول قرآن جا کر یاد کرو۔ پھر فقہ میں مشغول ہونا۔ اس پر میں پھر گیا اور سات روز میں قرآن شریف حفظ کر کے پھر حاضر ہُوا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو نہیں کہا کہ قرآن شریف یاد کر کے ہمارے پاس آؤ۔ کہا قرآن حفظ کر کے آیا ہوں۔

روایت ہے کہ جب آپ زانوئے اجتہاد سے سر اُٹھاتے تو اکثر یہ مقولہ فرمایا کرتے لذات الافکار خیر من لذات الابکار۔ افکار کی لذتیں لذات ابکار سے بہتر ہیں۔ آپ نے جس قدر امام ابوحنیفہ کے علم کو اپنی تصنیفات کے ذریعہ پھیلایا ایسا کسی سے ظہور میں نہیں آیا۔ چنانچہ آپ کی نوسو ننانوے تصنیفات علوم دینی میں ہیں۔ اور دس لاکھ ستر ہزار تیس اور ایک روایت میں دس لاکھ ستر ہزار ایک سو مسئلہ آپ نے نکالا۔ لیکن آپ کی تصنیفات میں سے اشہر (زیادہ مشہور) ہیں۔ مبسوط۔ زیادات۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ نوادر۔ سیر صغیر۔ سیر کبیر۔ نوازل۔ رقیات۔ ہارونیات۔ کیسانیات۔ جرجانیات۔ کتاب الآثار۔ مؤطا۔ میر اتقانی نے شرح بدریہ میں لکھا ہے کہ آپ کی کتاب مبسوط کو علماء نے اصل ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ آپ نے پہلے اُس کو تصنیف کیا ہے۔ پھر جامع صغیر اور جامع کبیر و زیادات کو تصنیف فرمایا۔ ہارون رشید نے پہلے آپ کو مقام رقہ (شام میں دریائے فرات کے کنارے ایک شہر ہے) کا قاضی مقرر کیا تھا۔ پھر آپ بغداد شریف لائے۔ جب ہارون رشید۔ رے (شہر) میں آیا تو آپ کو بھی اپنے ساتھ لایا۔ جہاں آپ نے ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔ امام زمن آپ کی تاریخ وفات ہے (حدائق الحنفیہ لمحظا مطبوعہ نولکشور ص ۱۲۶/۱۳۱) در مختار وغیرہ میں علمائے ذی شان سے (تمثیلاً) منقول ہے کہ فقہ کو عبداللہ بن مسعود نے بویا۔ علقمہ نے اس کو سینچا۔ ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا۔ حماد نے اس کو مانڈا۔ ابوحنیفہ نے اس کو پیسا۔ امام ابویوسف نے اس کو گوندھا اور امام محمد رحمہ اللہ نے اس کی روٹیاں تیار کیں اور سب کھانے والے ہیں (در مختار دیباچہ)

مسئلہ۔ امام موصوف نے اپنی کتاب آثار میں فرمایا ہے کہ اخبرنا ابو حنیفہ قال حدثنا طلحہ مطرف عن ابراہیم قال اذا قال المؤذن حی علے الفلاح فانہ ینبغی للقوم ان یقوموا فیصفوا فاذا قال المؤذن قد قامت

الصلوٰۃ کبر الامام قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابو حنیفہ یعنی ہم کو امام ابو حنیفہ نے خبر دی کہ ہاں مطرف نے ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو قوم کو چاہیے کہ وہ کھڑے ہو جائیں اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام تکبیر کہے۔ امام محمد فرماتے ہیں۔ ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے۔

(۲۲) امام موطا امام محمد مطبوعہ لاہور صفحہ ۸۶ پر ہے قال محمد ینبغی للقوم ان یقوموا الی الصلوٰۃ فیصفوا ویسووا الصفوف ویحاذوا بین المناکب فاذا اقام المؤذن الصلوٰۃ کبر الامام وھو قول ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ قوم (نمازیوں) کے لئے مناسب یہ ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے کھڑے ہو جائیں اور صفیں باندھیں۔ اور خوب برابر کریں اور اپنے مونڈھے ایک دوسرے کے ساتھ ملائیں اور جب مؤذن اقامت پڑھے تو امام تکبیر کہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا یہی قول ہے۔

(۲۳) اسی طرح عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مصنفہ علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمۃ (متوفی ۸۵۵ھ) مطبوعہ مصر ج ۵ میں ہے۔ قال ابو حنیفہ ومحمد رحمۃ اللہ علیہما) یقومون فی الصوف اذ قال حی علے الصلوٰۃ فاذا قال قد قامت الصلوٰۃ کبر الامام کانہ امین الشرع وقد اخبر لقیامہا فیجب تصدیقہ (انتہیٰ)۔

(۲۴) مولانا مولوی مفتی ابو المعانی محمد ابرار حسن صدیقی تلہری نے اسی صفحات کی ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا تاریخی نام اذانۃ حب الکرمہ بسنۃ جلوس موتمر ۱۳۳۶ھ

حین الاقامہ ملقب۔ ملاطفۃ الاحباء بالمحاکمۃ بین الاولیا۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ تکبیر ہوتے وقت کھڑا رہنا مکروہ ہے۔ اس کی مختلف صورتوں اور اس کے جداجدا احکام کا نہایت نفیس بیان و ازالہ اوہام۔ امام و مقتدی حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔ تکبیر ہوتے وقت آیا تو بیٹھ جائے۔ یہ ہی سنت ہے۔ اور یہ ہی عمل صحابہ کرام و تابعین عظام اور یہ ہی مسلک امام اعظم ابو حنیفہ و صاحبین (امام ابو یوسف یعقوب و امام محمد مصنف ۹۹۹ کتب (رحمہم اللہ تعالےٰ) علی الدوام۔

اس کتاب میں چھیالیس سے زائد علمائے کرام احناف بریلی مارہرہ شریف۔ بنارس۔ لکھنؤ۔ بنگال۔ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد۔ بہار وغیرہ کے دستخط تائیدی درج ہیں

تنبیہ تنبیہ۔ مجدد مائتہ حاضرہ فاضل بریلوی غفرلہ نے الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی، ملقب بلقب تاریخی" اعز النکات بجواب سوال ارکات میں فرمایا ہے۔ امام اجل سفیان بن عیینہ کہ امام شافعی و امام احمد کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے دادا استاذ (استاذ الاستاذ) اجلہ ائمہ محدثین و فقہائے مجتہدین و تبع تابعین سے ہیں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ارشاد فرماتے ہیں الحدیث مضلۃ الا للفقہاء حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے مگر مجتہدوں۔ علامہ ابن حاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں یرید ان غیرھم قد یحمل الشی علی ظاھرہ ولہ تاویل من حدیث غیرہ او دلیل یخفی علیہ او متروک اوجب ترکہ غیر شیٔ مما لا یقوم بہ الا من استبحر وتفقہ یعنی امام سفیان کی مراد یہ ہے کہ غیر مجتہد کبھی ظاہر حدیث سے جو معنے سمجھ میں آتے ہیں ان پر جم جاتا ہے حالانکہ دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں مراد

کچھ اور ہے یا وہاں کوئی اور دلیل ہے جس پر اس شخص کو اطلاع نہیں یا متعدد اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے ان پر عمل نہ کیا جائے گا۔ ان باتوں پر قدرت نہیں پاتا مگر وہ جو علم کا دریا بنا اور منصب اجتہاد تک پہنچا۔ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل فقیہ غیر فقیہ ورب حامل فقیہ الی من ھو افقہ منہ۔ اللہ تعالےٰ اس بندہ کو سرسبز کرے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی اور اسے دل میں جگہ دی۔ اور ٹھیک اوروں کو پہنچا دی کہ بہتیروں کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر اس کے فہم و فقہ کی لیاقت نہیں رکھتے اور بہتیرے اگرچہ لیاقت رکھتے ہیں دوسرے ان سے زیادہ فہیم و فقیہ ہوتے ہیں (ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ بیہقی۔ دارمی۔ امام شافعی۔ امام احمد وغیرہ ملخصا) فقط حدیث معلوم ہو جانا فہم حکم کے لئے کافی ہوتا۔ تو اس ارشاد اقدس کے کیا معنے تھے۔ امام ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں فرماتے ہیں امام محدثین سلیمان اعمش تابعی جلیل القدر سے کہ اجلہ ائمہ تابعین و شاگردان حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں کسی نے کچھ مسائل پوچھے اس وقت ہمارے امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی حاضر مجلس تھے امام اعمش رضی اللہ عنہ نے وہ مسائل ہمارے امام سے پوچھے امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے۔ فرمایا ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمادیں۔ امام اعمش نے کہا حسبک ما حدثتک بہ فی مائۃ یوم تحدثنی بہ فی ساعۃ واحدۃ ما علمت انک تعمل بھذہ الاحادیث یا معشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین۔ بس کیجئے جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ گھڑی بھر میں مجھے سنائے دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں یعنی دوائیں پاس ہیں مگر ان کا طریق استعمال تم مجتہدین جانتے ہو اور اے ابو حنیفہ رحمہ اللہ تم نے تو فقہ اور حدیث دونوں کنارے لئے والحمد للہ رب العلمین ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم انتہی ص ۹ ، ۱۱ مطبع اہل سنت بریلی)

الجواب صحیح۔ محررہ فقیر عزیز احمد قادری خطیب عیدگاہ مسجد گڑھی لاہور۔

ماہانہ اطلاع تعمیر رباط جماعت منزل مدینۃ المنورہ

(یکم ستمبر ۱۹۶۱ء)

ماہ اگست میں مستری نے دو ہفتوں کی چھٹی لی تھی (یہاں ہفتہ میں صرف چھ دن کام کرتے ہیں جمعہ کو کام موقوف ہوتا ہے) اور اتوار کو دو دن بھی کام پر نہ آسکا۔ چنانچہ اس ماہ اگست میں صرف دس دن کام جاری رہا۔ اوپر کی منزل کی تمام دیواریں چھت کی حد تک پہنچ گئی ہیں سوائے جانب جنوب (قبلہ) کی ایک دیوار کے انشاء اللہ تعالےٰ ماہ ستمبر میں یہ دیواریں بھی بلند ہو جاویں گی اور اوپر والے سیمنٹ کے ستونوں اور شہتیروں جن پر چھت ڈالی جاوے گی ان کا کام جاری رہیگا۔ یہ مبارک عمارت جلد پایہ تکمیل کو پہنچنے کے لئے جو زر نقد کی ضرورت ہے وہ جلد فراہم ہو۔ جمیع برادران طریقت و خیر خواہان کوشش بھی کریں اور دعا بھی کرتے رہیں۔

نیازمند خادم جماعت منزل
بخشی مصطفیٰ علی خان نقشبندی جماعتی

ادیب الامت سراج الملت مولانا الحاج
حافظ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب سجادہ نشین
علی پور شریف رضی اللہ تعالٰے عنہٗ

ادب

گزشتہ سے پیوستہ

اس مبارک اور نورانی مضمون کی اس سے قبل دو قسطیں اپریل و مئی اور جون کے شمارہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ ترتیب کے لئے ان دو شماروں کو ملاحظہ فرمائیے۔ دگوہرا

خاص خاص صفتیں ہر ایک کی مختلف اور باہم ممتاز ہیں۔ جس سے ان میں پورا امتیاز ہو گیا ہے۔ حق تعالٰے نے ذات مشک اور ذات بول کو کبھی برابر نہیں کیا اور نہ پانی کی ذات اور آگ کو۔ اور جو تفاوت شریف اور متبرک مقامات اور ان کے اضداد میں ہے اور افضل ذاتوں اور ان کے اضداد میں ہے وہ اس سے بھی بدرجہا زیادہ ہے۔ کیونکہ موسٰے علیہ السلام اور فرعون میں یا نفس کعبہ اور شیطان کے گھر میں جو تفاوت ہے بدرجہا اس سے زیادہ جو مشک اور نجاست میں ہے الی آخرہ خلاصہ اس کا یہ ہوا کہ ہر چند بعض صفات دو چیزوں میں برابر پائی جاویں اور محسوس ہوں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں یکساں ہو جاویں کہ جس ذات کو کسی قسم کی خصوصیات عطا ہوویں اور حق تعالٰے اس کو برگزیدہ کر چکا ہے وہ دوسرے کے برابر کبھی نہ ہو سکے گی۔ اب ان بیوقوفوں کو جنہوں نے اِن انتم الا بشر مثلنا کہہ کر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہمسری کا دعوٰے کیا تھا اگر اندھے نہ کہیں تو کیا کہیں۔ کیونکہ انہوں نے نہ اپنے آپ کو دیکھا نہ انبیاء علیہم السلام کو مولانا روم فرماتے ہیں۔

یا تو پنداری کہ روئے انبیا
آنچناں کہ ہست مے بینیم ما
گفت یزداں کہ تریھم ینظرون
نفس حالند مھم لا یبصرون

تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غازیؒ شیخ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پوچھا کہ بایزید بسطامی کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں شیخ نے کہا وہ وہ شخص ہیں کہ جس نے انہیں دیکھا ہدایت پائی اور سعادت کو پہنچا۔ سلطان نے کہا یہ کیا بات ہے۔ ابوجہل نے خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ اور پھر ہدایت سے بے بہرہ اور سعادت سے بے نصیب رہا تھا۔ شیخ نے کہا اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا بلکہ محمد بن عبد اللہ یتیم ابی طالب کو دیکھا تھا۔ اگر حضرت کو دیکھتا بیشک شقاوت سے نکل جاتا۔ دلیل اس کی قرآن شریف میں تَرٰىھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ یوں دیکھ لینا مفید نہیں جس پر آثار مرتب ہوں۔ وہ دیکھنا کچھ اور ہی ہے سہ

برائے دیدن روئے تو چشم دیگرم باشد

کہ ایں چشمہ کہ من دارم جہالت را نمے شاید

کلام اس میں تھا کہ عام جن وانس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بجا نہیں لاتے ادنٰے تامل سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اس سے نفس عظمت میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ کیونکہ جملہ عالم میں آپ کی عظمت ہو چکی تو چند عوام کالانعام کس شمار میں ہیں۔ البتہ اس موقعہ پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال معلوم کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ افضل ترین امت ہونے پر اُن کے حضرت نے خود گواہی دی ہے۔ باوجود افضل ترین ہونے کے جب یہ حضرت آنحضرت کی عظمت دل وجان سے بجالاتے ہیں اور آداب کی رعایت رکھتے ہیں تو پھر ہم لوگوں کو کس قدر ادب وعظمت حضرت کی رعایت رکھنی چاہیئے۔

لکھا ہے کسی نے صحابہ سے حضرت کے دربار میں بلند آواز سے کچھ بات کہی۔ غیرت الٰہی نے جوش مارا اور یہ عتاب نازل ہوا یٰایها الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو۔ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کی آواز پر بلند کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال اس حالت میں اکارت نہ جاویں کہ تم کو خبر نہ ہو انتہیٰ۔

جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے قسم کھائی کہ اب حضرت سے ایسی آہستہ بات کروں گا جیسے کوئی راز کی بات کہتا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قدر آہستہ بات کیا کرتے تھے کہ آپ کو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت ثابت ابن قیس نے کہا کہ میری ہی آواز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند ہوتی تھی (کیونکہ آپ بلند آواز تھے) اب میرے اعمال حبط ہو گئے اور ساری عمر کی کمائی لُٹ گئی اور میں دوزخی ہو گیا اس غم کے سبب گھر سے کئی روز باہر نہیں نکلے یہاں تک کہ خود محبوب خدا حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہیں۔ تب چند صحابہ ان کے گھر گئے اور یاد فرمائی کا حال بیان کر کے پوچھا کہ تم دربار نبوی میں کئی دن سے کیوں غیر حاضر ہو۔ کہا۔ میری ہی آواز حضرت کی آواز مبارک سے بلند ہوا کرتی ہے۔ جس سے میرے اعمال حبط ہیں اور ٹھکانا دوزخ ہے۔ صحابہ نے واپسی پر حضرت سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا یہ بات نہیں وہ جنتی ہیں۔ چنانچہ جنگ یمامہ میں وہ شہید ہوئے۔ ہر اعلےٰ درجہ کے فوز وفلاح سے موصوف ہوئے۔ انتہیٰ۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ صرف اتنی بے ادبی کہ بات کہنے میں آواز بلند ہو جاوے اس کی یہ سزا ٹھہرائی گئی کہ صحابہ جیسے پاک وجود اور افضل ترین امت کے تمام اعمال اور عمر بھر کی جانفشانیاں حبط اور ضائع ہو جائیں جن کے ایک عمل کے برابر ہماری ساری عمر کے نیک اعمال نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کوہ احد کے برابر سونا خیرات کرے تو صحابی کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جس کا وزن پاؤ سیر سے کچھ زیادہ ہوتا ہے پھر اس سزائے بے ادبی کو دیکھئے تو یہ وہ سزا ہے جو کفار کے واسطے مقرر ہے۔ چنانچہ حق تعالےٰ فرماتے ہیں اُولٰئک حبطت اعمالهم وفی النار هم خالدون۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ منشاء اس کا کیا تھا۔ سو یہ بات ظاہر ہے کہ حلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بلند آواز سے بات کرنا تو کیا کفار نے دندان مبارک

کو شہید کر دیا اور قسم قسم کی تکلیفیں پہنچائیں مگر کچھ نہ کہا بلکہ اور دعائیں دیں۔ حضرت کی تواضع اور خوش خلقی کی وجہ سے وہ آداب جو حضرت کے ساتھ متعلق تھے مسلمانوں کو شرعاً معلوم ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی سوائے اس کے کہ خود حق تعالےٰ اپنے کلام میں بیان فرماویں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس آیت شریفہ میں ایک ادنےٰ سی بات کو ذکر فرمایا کہ اگر کوئی شخص حضرت کے روبرو پکار کر بات کرے۔ اس کی تمام نیکیاں اور سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اب عاقل کو چاہیئے کہ اس پر قیاس کرلے کہ جب ادنےٰ سی بے ادبی اور گستاخی کا یہ انجام ہو تو اور گستاخیوں کا کیا حال ہوگا۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل حفظ ہے کہ اتنی سی گستاخی کی جو اس قدر سزا مقرر کی گئی اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی درخواست نہ تھی بلکہ منشاء اس کا صرف غیرت الٰہی تھا کہ اپنے حبیب کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کسی قسم سے نہ ہونے پاوے۔ اسی وجہ سے صحابہ ہمیشہ خائف و ترساں رہتے تھے کہ کہیں ایسی حرکت صادر نہ ہو جاوے جس سے غیرت الٰہی جوش میں آجاوے۔ پھر جب حضرت اس عالم سے تشریف لے گئے تو کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت کی محبوبیت یا غیرت کبریائی میں کوئی فرق آ گیا ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک کوئی مسلمان بھی اس کا قائل نہ ہوگا۔ کیونکہ صفات الٰہیہ میں کسی قسم کا تغیر ممکن نہیں۔ پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ آیت مذکورہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظاہر و باطن میں ایسا مؤدب رہے جیسے صحابہ تھے۔ دربار نبوی میں بلند آواز کرنے والوں کی وہ سزا ٹھہری جو مذکور ہوئی۔ اور جو لوگ کمال ادب اور دبی آواز کے ساتھ حضرت کے روبرو بات کیا کرتے تھے اُن کی یہ سرفرازی ہوئی۔ ارشاد ہوتا ہے إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۔ ترجمہ:۔ جو لوگ دبی آواز سے دربار نبوی میں کلام کرتے ہیں یہی لوگ وہ ہیں جن کے دلوں کو پرہیزگاری کے واسطے حق تعالےٰ نے آزمایا ہے انہیں کے لئے مغفرت اور بخشش اور ثواب بڑا ہے۔ سبحان اللہ کس قدر رحمت اور فضل الٰہی مؤدبوں کے لئے موجزن ہے کہ اگرچہ گنہگار ہوں علاوہ مغفرت گناہ کے بہت بڑے ثواب کا وعدہ دیا جا رہا ہے۔ ؎

سرمایہ ادب بکف آور کہ ایں متاع
آنرا کہ ہست فیض ابد آید کش بدست

اس آیت شریفہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادب ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ یہ دولت اُن لوگوں کے حصہ میں رکھی ہے جن کے دل امتحان الٰہی میں پورے اترے اور جن میں کامل طور پر صلاحیت تقویٰ کی موجود ہے اور حق تعالےٰ فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ اس آیت شریفہ میں جن لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برآمد ہونے کا انتظار نہ کرکے پکارنا شروع کیا ان کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ وہ بے وقوف بے عقل ہیں۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا اُن کے دماغوں میں کچھ فتور تھا جس کی وجہ سے ان کو مجنون کہا جاوے یا کوئی اور بات تھی تو کسی کتاب میں آپ کو نہ ملے گا کہ وہ چند دیوانے تھے۔ جو اتفاق کرکے آئے اور گڑبڑ کرکے چلے گئے۔ بلکہ کتب احادیث و تفاسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت بڑے ہوشیار اور ساری قوم کے مدبر لوگ منتخب ہو کر اس غرض سے آئے تھے کہ شعر و سخن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تفاخر و خطیب

پر سبقت لے جائیں اور ذہن و ذکاوت کی داد دیں۔ باوجود اس کے بیوقوف بنائے جا رہے ہیں۔ حاصل یہ کہ اس جماعت پر بیوقوفی کا اطلاق اس لئے ہوا کہ بارگاہ رسالت میں بے ادبی سے پیش آئے۔ اگر کہا جاوے کہ جائز ہے کہ کفر کی وجہ سے یہ اطلاق ہوا ہو جس سے عقل معاد کی نفی کی گئی تو جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کفر کا کہیں ذکر نہیں بلکہ یہ حکم ان لوگوں پر ہوا جو اس بے ادبی کے ساتھ متصف ہیں۔ مختصر یہ کہ حماقت اور بے وقوفی بے ادبوں کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ تفسیر روح البیان میں مرقوم ہے کہ صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ اگر حضرت کو پکارنا منظور ہوتا تو ناخنوں سے دروازہ کو ٹھوکتے۔ اور یہ لوگ کہیں سے آئے ہوئے تھے۔ حضرت ابو عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بزرگوں اور اولیاء اللہ کی خدمت میں براہ ادب پیش آنا آدمی کو مدارج عالیہ تک پہنچاتا ہے۔ چنانچہ ایک جماعت علماء کا یہ حال تھا کہ اگر کسی بزرگ کی خدمت میں جاتے تو بیٹھے رہتے جب تک کہ وہ خود نکلتے ابو عبیدہ قاسم ابن سلام کہتے ہیں کہ میں نے کسی عالم کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا۔ بلکہ بیٹھا رہتا جب تک کہ وہ خود باہر تشریف لاتے۔ کیونکہ حق تعالے فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ۔ اس آیت شریفہ سے عموماً بزرگان دین کی تعظیم اور ان کا ادب مستفاد ہو گیا۔ مگر یہ بات شاید ہر ایک کی سمجھ میں نہ آوے۔ کیونکہ اس فہم کے لئے وہ خاص لوگ ہیں جن کی طبیعتیں ادب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔ ذٰلِكَ فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

اور بعض لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بحسب عرف و عادت نام لے کر پکارتے تھے ان کو ادب سکھایا گیا اور ارشاد ہوا لا تجعلوا دعاءَ الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً۔ ترجمہ۔ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نام لے کو نہ پکارا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو۔ مقصود یہ ہے کہ کل عجز و نیاز کے ساتھ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کر پکارا کریں جس سے عظمت و شرف اور تعظیم و توقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر ہوا کرے۔ حق تعالیٰ کو اتنی بات بھی ناگوار ہے کہ اس کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی شخص نام لے کر پکارے۔ طرفہ یہ ہے کہ خود حق تعالےٰ نے بھی تمام قرآن شریف میں حضرت کو نام کے ساتھ کہیں خطاب نہیں فرمایا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ کمال درجہ کی عظمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معلوم کرانا حق تعالےٰ کو منظور ہے۔

دوسرے مقام پر حق تعالےٰ فرماتے ہیں یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا۔ ترجمہ اے ایمان والو راعنا مت کہو اور انظرنا کہو۔ حضرت ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ بعض یہود جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرتے تو اثنائے کلام میں لفظ راعنا کہا کرتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری بات کی مراعات کیجئے اور سماعت فرمائیے۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ شاید یہ کوئی عمدہ بات ہے اس لئے اس کا استعمال شروع کیا۔ مگر اس وجہ سے کہ یہ کلمہ لغت یہود میں دشنام کے محل میں بھی استعمال ہوتا تھا۔ حق تعالےٰ نے اس سے منع فرما دیا تو پھر مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ جس سے یہ کلمہ سنو اس کی گردن مارو۔ اس کے بعد پھر کسی یہودی نے یہ کلمہ نہ کہا۔ اب یہاں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس لفظ میں کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی بلکہ صرف دوسری زبان کے لحاظ سے استعمال اس کا ناجائز ٹھہرا تو وہ الفاظ ناشائستہ جن میں

صراحۃً کسر شان ہو کیونکر جائز ہوں گے۔
اگر کوئی کہے کہ مقصود ممانعت سے یہ تھا کہ یہود اس لفظ کو استعمال نہ کریں تو ہم کہیں گے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ نہی صراحۃً خاص مومنین کو ہوئی، جن کے نزدیک یہ لفظ محل تعظیم میں مستعمل ہوتا تھا۔ اس میں نہ یہود کا ذکر ہے نہ ان کے لغت کا۔ اگر صرف یہی مقصود ہوتا تو مثل ان کی باقی شرارتوں کے اس کا ذکر بھی یہیں ہو جاتا۔ صرف مومنین کو مخاطب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے الفاظ نیک نیتی سے بھی استعمال کرنا درست نہیں۔ پھر سزا اس کی یہ ٹھہرائی گئی کہ جو شخص یہ لفظ کہے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان اس کی گردن مار دی جاوے۔ بالفرض گو مسلمان بھی یہ لفظ کہتا تو اس وجہ سے کہ وہ حکم عام تھا۔ بیشک مارا جاتا اور کوئی یہ نہ پوچھتا کہ تم نے اس سے کیا مراد لی تھی۔ اب غور کرنا چاہیے کہ جو الفاظ خاص توہین کے محل میں مستعمل ہوتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کرنا خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً کس درجہ قبیح ہوگا۔ اگر صحابہ کے روبرو جن کے نزدیک راعنا کہنے والا مستوجب قتل تھا کوئی اس قسم کے الفاظ کہتا تو کیا اس کے قتل میں کچھ تامل ہوتا۔ یا یہ تاویلات رکیکہ مفید ہو سکتیں۔ ہرگز نہیں مگر اب کیا ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ اس زمانہ کو یاد کر کے اپنی بے بسی پہ رویا کریں۔ اب وہ پرانے خیالات والے پختہ کار کہاں جن کی حمیت نے اسلام کے جھنڈے مشرق و مغرب میں نصب کر دیے تھے۔ غرض میدان خالی ہے جس کا جی چاہتا ہے کمال جرأت کے ساتھ کہہ دیتا ہے پھر اس دلیری کو دیکھئے کہ جو گستاخیاں اور بے ادبیاں قابل سزا تھیں انہیں پر ایمان کی بنا قائم کی جا رہی ہے۔ جب یہ حال ہو تو پھر بے ایمانی کا مضمون سمجھنے میں البتہ غور و تامل درکار ہے۔

خداوند عالم نے آیت شریف ما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا ان ذلکم کان عند اللہ عظیما ان تبدوا شیا او تخفوہ فان اللہ کان بکل شیء علیما۔ میں بھی ایک قسم کی تادیب کی ہے۔ ترجمہ۔ نہیں لائق ہے تم کو ایذا دو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو تم ان کے ازواج مطہرات کے ساتھ بعد ان کے یقیناً یہ بہت گناہ ہے اللہ کے نزدیک اگر ظاہر کرو تم کچھ یا چھپاؤ اللہ تعالے سب جانتا ہے۔ حدیث میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ صحابہ میں سے کسی شخص نے کہا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرماویں گے تو میں بی بی عائشہ یا ام سلمہ رضی اللہ تعالے عنہا سے نکاح کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ آیت شریفہ ما کان لکم ان تؤذوا آخر تک نازل ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ کسی کی وفات کے بعد اس کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا عموماً جائز ہے اور جنہوں نے سادگی سے یہ بات کہی تھی وہ صحابی تھے۔ اب ان کی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ کسی قسم کا خیال فاسد کیا ہو۔ باوجود اس کے جو یہ عتاب ہو رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ خیال بھی خالی از بے ادبی نہ تھا۔ کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و عزت کا کچھ خیال نہ کیا اور نہ یہ سمجھا کہ جو باتیں حضرت کی زندگی میں ہیں بعد وفات شریف کے بھی ایذا دہی باعث ہے۔ اب اس عتاب کو دیکھئے کہ اس میں اس قدر تشدد کیا گیا ہے کہ اس قسم کی بات کو صرف دل میں لانا بھی ایک امر خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس موقعہ پر ارشاد ہوا ہے کہ جو کچھ تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالے سب جانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مقصود اس

تخویف ہے ورنہ کان اللہ بکل شئی علیما کہنے کی ظاہراً کوئی ضرورت نہ تھی۔ الحاصل حرام ہونا ازواج مطہرات کا تمامی امت پر بعد وفات شریف کے دلیل واضح اس پر ہے کہ حرمت و تعظیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعد وفات شریف کے بھی بحال خود ہے۔ اگر کہا جاوے کہ نکاح ازواج مطہرات کا بعد وفات شریف اس لئے درست نہ تھا کہ حضرت زندہ ہیں تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ امر واقعی ہے ہمیں بھی اس میں کچھ کلام نہیں لیکن اگر صرف یہی وجہ ہوتی تو شہداء کی بیویوں کا نکاح بھی درست نہ ہوتا۔ جن کی حیات بھی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے پس معلوم ہوا کہ نکاح مذکور کی ممانعت اس وجہ سے تھی کہ حرمت و عزت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعد وفات کے بھی دلوں میں متمکن رہے۔ اور کوئی مسلمان اس قسم کا دل میں خیال بھی نہ کرے جس میں کسی قسم کی بے ادبی لازم آجاوے۔

اب اُن چند احادیث کا مضمون پیش کرتا ہوں جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اگر اہل ادب اس کو اپنا پیشوا بنالیں تو بلا خوف و خطر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

علامہ دار قطنی نے کتاب المجتبیٰ حضرت ابی اجہم سے روایت کیا ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حاجت بشری سے فارغ ہو کر تشریف لا رہے تھے میں نے سلام عرض کیا۔ محبوب خدا نے اس وقت کچھ جواب نہ دیا پھر تیمم کر کے سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ اور ساتھ ہی زبان مبارک سے ارشاد کیا کہ مجھے سلام کا جواب جلدی دینے سے کوئی چیز مانع نہ تھی مگر یہ کہ میں طہارت پر نہ تھا۔ انتہی۔ ظاہر ہے کہ علیکم السلام کوئی لفظ قرآنی نہ تھا جس کے پڑھنے کے لئے طہارت لازمی ہوتی اگرچہ حدث اصغر سے قرأت آیت کے واسطے بھی طہارت شرط نہیں۔ مگر چونکہ سلام حق تعالےٰ جل جلالہ کا نام ہے اس وجہ سے بلا طہارت اس کو زبان پر جاری کرنے سے تامل فرمایا اور گویا اس سے تعلیم بھی مقصود تھی۔ کہ ایسے امور سے گو اجازت ہو احتراز کرنا اولیٰ و انسب ہے۔

ابوداؤد میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ چند یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ وقت تک (جو کہ مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ ہے) وہاں تشریف لے چلیں۔ آپ تشریف لے گئے اور مسند پر جو آپ کے لئے تیار کی گئی تھی بیٹھ گئے۔ یہود نے سوال کیا کہ ایک شخص نے ہم میں سے زنا کیا اس کی کیا سزا ہے۔ آپ نے تورات منگوائی اور مسند پر جہاں آپ تشریف رکھتے تھے اس کو رکھوایا۔ (باقی آئندہ)

ارتحال

منشی جمال الدین ساکن لیہ ضلع مظفر گڑھ جو حضرت قبلۂ عالم امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے محب صادق تھے ۲۹ ستمبر بروز جمعہ فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جملہ قارئین رسالہ سے استدعا ہے کہ اپنے ان یاران طریقت کے لئے خصوصیت کے ساتھ فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کریں کہ رب تعالےٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور عذاب قبر سے امن میں رکھے ۔۔ ادارہ انوار الصوفیہ قاضی ابو النور محمد فاضل صاحب و دیگر لواحقین کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

حضرت مولانا مہر محمد خانصاحب مہتمم
چھانگا مانگا - ضلع لاہور

اہل بیت مصطفٰے

قسط نمبر (۱) مسلسل

سوال - اہلِ بیتِ عظام کن حضرات کو کہا جاتا ہے۔
جواب - اہل بیت کے لفظی معنے ہیں گھر والا۔ جیساکہ اہلِ علم - اہل دوات - اہل ملک وغیرہ اور شرعی معنے ہیں حضور کی ازواجِ پاک اور اولادِ پاک - لفظ آل بھی اہل سے ہی بنا ہے - اس کے معنیٰ میں بھی یہی ہیں - آل کا اطلاق بیوی بچوں پر بھی آتا ہے اور خدام پر بھی - جیساکہ آلِ عمران ایک قرآنی سورۃ کا نام ہے اس میں عمران کی زوجہ حنّہ اور عمران کی لڑکی حضرت مریم کا ذکر ہے - آل کا اطلاق خدام پر بھی آتا ہے مثلاً اذ نجّیناکم من آلِ فرعون جس وقت ہم نے تمہیں فرعون کی آل سے نجات دی یہاں آل بمعنے بیوی بچے نہیں ہیں بلکہ آل بمعنی خدام ہیں کیونکہ فرعون لاولد تھا - دوسری جگہ ہے فالتقطہٗ آلُ فرعون یعنی موسٰی کو فرعون کے گھر والوں نے اٹھالیا - یہاں آل سے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ مراد ہیں وَاِذ غدوتَ مِن اَھلِکَ - یعنی اے حبیب جب آپ صبح اپنے گھر سے چلے حضور علیہ السلام جنگِ احد کے لئے حضرت صدیقۃ الکبریٰ کے گھر سے نکلے تھے - خدا نے انہیں اَھلِکَ فرمایا - معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ اہلِ بیت رسول ہیں قال لِاَھلِہٖ امکثوا اِنّی اٰنستُ نارًا ؕ پس موسٰی نے اپنے گھر والوں سے فرمایا - کہ ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے - یہاں حضرت موسٰی نے اپنی بیوی صفورا سے کلام فرمایا ہے - یہاں بھی اہل سے مراد بیوی ہے - فنجّیناہُ واَھلَہٗ مِنَ الکربِ العظیم ؕ پس ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی - یہاں حضرت نوح علیہ السلام کے تمام مومن بیوی اور بچوں کو اہل فرمایا ہے - اِنّما یُریدُ اللّٰہُ لِیُذہِبَ عنکُمُ الرِّجسَ اَھلَ البَیتِ وَیُطَہِّرَکُم تَطہِیرًا - یعنی اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم کو ہر نا پاکی سے دور رکھے اور تمہیں پاک و مطہر کرے - یہاں حضور کی ازواجِ پاک اور اولادِ پاک کو خطاب ہے - معلوم ہوا کہ اہلبیت رسول سے حضور علیہ السلام کے تمام بیوی بچے مراد ہیں۔

اہلبیت رسول کی تین صورتیں ہیں

(۱) یہ کہ حضور کے گھر ہی میں پیدا ہوں - اور گھر ہی میں رہیں - جیساکہ حضور کے فرزند طیب و طاہر قاسم و ابراہیم

(۲) یہ کہ حضور کے گھر پیدا ہوں مگر شادی کے بعد دوسرے کے گھر میں آباد ہو جائیں - جیساکہ حضور کی چار صاحبزادیاں - سیدہ زینب - سیدہ رقیہ - سیدہ ام کلثوم - سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا -

(۳) یہ کہ پیدا تو کسی اور کے گھر میں ہوں مگر حضور سے شادی ہو کر حضور کے گھر آباد رہیں جیساکہ حضور کی ازواج مطہرات -

پہلی دو صورتوں کو اہلبیت ولادت کہا جاتا ہے۔ تیسری کو اہلبیت سکونت۔ اگر اہلبیت میں حضور کی ازواج مطہرات کو داخل نہ سمجھا جائے تو بہت سی آیات و احادیث کا انکار لازم آئے گا۔ (تفسیر کبیر)

فضائل اہلبیت مصطفیٰ ملاحظہ ہوں

(۱) حضور افضل الانبیاء ہیں۔ حضور کی کتاب تمام انبیاء کی کتب کی ناسخ۔ حضور کا دین سب انبیاء کے ادیان کا ناسخ۔ حضور کی امت تمام انبیاء کی امتوں سے افضل۔ حضور کے والدین تمام انبیاء کے ماں باپ سے افضل۔ حضور کی ازواج مطہرات تمام انبیاء کی ازواج مطہرات سے افضل ہیں۔ حضور کا شہر تمام انبیاء کے امصار سے افضل۔ حضور کا روضۂ انور عرش و کرسی لوح و قلم۔ کعبہ و بیت المقدس و بیت المعمور سے افضل۔ یہاں تک کہ رب العلمین حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرماتا ہے۔

وَاَنْتَ حِلٌّ ۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ؕ

کھائی قرآن نے خاکِ گذر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضور کے اہلبیت کو ظاہری و باطنی ناپاکی سے محفوظ رکھا (احزاب)

(۳) مولا کریم نے حضور کی اہلبیت کو لازم قرار دیا ہے (شوریٰ) معلوم ہوا کہ بغیر محبت اہلبیت تمام عبادت و خیرات بیکار ہیں ؎

زاہد تری نماز کو میرا سلام ہے
بے حُبِّ اہلبیت عبادت حرام ہے

(۴) اللہ تعالیٰ نے اہلبیت کو حَبْلُ اللّٰہ فرمایا کہ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔ اور الگ الگ نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ دامن اہلبیت سے وابستگی ضروری ہے۔ اس کے بغیر نجات ناممکن ہے (صواعق محرقہ)

(۵) خدا نے حضور کو فرمایا کہ اے حبیب اعلان فرمادو کہ آؤ ہم تم اپنی عورتوں اور بچوں کو بلائیں۔ اس آیت میں علی مرتضیٰ۔ سیدہ زہرا۔ حسنین کریمین کی توصیف فرمائی حضور نے علی مرتضیٰ کو اپنا نفس اور حسنین کو اپنے بیٹے اور سیدہ کو نساء میں شامل فرمایا۔ اور انہیں لے کر نجرانیوں کے مباہلہ کو نکلے۔

(۶) سورۂ دہر کی نیدرہ آیات حضرت علی مرتضیٰ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا۔ حضرات امامین حسنین کی شان میں نازل ہوئیں جبکہ حسنین کی بیماری کے موقع پر تین روزوں کی نذر مانی۔ شفا ہونے پر روزے رکھے۔ افطار کے وقت ایک دن مسکین۔ دوسرے دن یتیم۔ تیسرے دن قیدی آگیا تو یہ حضرات اپنا کھانا محتاجوں کو عطا فرماتے رہے۔ خود اپنا روزہ پانی سے افطار فرماتے رہے (روح البیان خازن)

(۷) حضور فرماتے ہیں کہ ہم سب سے پہلے اپنے اہلبیت کی شفاعت کریں گے۔ پھر اَقْرَبْ فَالْاَقْرَبْ (طبرانی)

(۸) خدا نے فاطمہ اور ان کی اولاد پر دوزخ حرام کردیا (صواعق محرقہ)

(۹) حضور فرماتے ہیں کہ بروز حشر اعلان ہوگا کہ اے اہل محشر سر جھکالو اور آنکھیں بند کرلو۔ کیونکہ پلصراط سے سیدہ فاطمہ گذرنے والی ہیں۔ پھر سیدہ فاطمہ ستر ہزار حوروں کے ہمراہ بجلی کی طرح گذر جائیں گی (صواعق محرقہ)

(۱۰) حضور فرماتے ہیں بروز حشر سب نسبی اور سسرالی رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ سوائے میرے نسبی اور سسرالی رشتے کے (احمد و حاکم)

(۱۱) اولاد عبد المطلب جنتیوں کی سردار ہے یعنی میں حمزہ - علی - جعفر - حسن - حسین - مہدی (ابن ماجہ)

(۱۲) جو مجھ سے اور حسن و حسین اور ان کے ماں باپ سے محبت رکھے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا (ترمذی)

(۱۳) جو میرے اہلبیت سے جنگ کرے میں اس کے مقابل ہوں - جو ان سے صلح کرے میری بھی اس سے صلح ہے (ترمذی)

(۱۴) اس پر خدا کا غضب ہو جو میرے اہلبیت کو ستا کر مجھے دکھ پہنچائے (دیلمی)

(۱۵) میرے اہلبیت کشتی نوح کی طرح ہیں - جو اس پر سوار ہو گیا نجات پا گیا - جو الگ رہا وہ ڈوب گیا - (حاکم عن ابی ذر)

(۱۶) حضور فرماتے ہیں - جس نے میرے اہلبیت سے کوئی سلوک کیا - اس کا بدلہ میں قیامت کو خود دوں گا - (ابن عساکر)

(۱۷) میں نے اپنے رب سے عہد لیا ہے کہ میرے اہلبیت سے کوئی دوزخ میں نہ جائے -

(۱۸) حضور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب سے عہد لے لیا ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس سے بھی نکاح کروں وہ میرے ساتھ جنت میں ہو (طبرانی)

(۱۹) حضور فرماتے ہیں کہ میری محبت کے بغیر کوئی شخص ایماندار نہیں بن سکتا - میرے ساتھ محبت رکھنا یہی ہے کہ میرے رشتہ داروں سے محبت رکھے (فضیلہ شرعیہ)

(۲۰) حضور فرماتے ہیں کہ میں بروز حشر چار شخصوں کی شفاعت کروں گا - اگرچہ ان پر دنیا بھر کے گناہ ہوں ایک وہ جو میری اولاد کی تعظیم کرتا ہے - دوسرے وہ جو ان کی حاجت روائی کرتا ہے - تیسرے وہ جو ان کے کاروباری سلسلہ میں تکمیل کی کوشش کرتا ہے - چوتھے وہ جو ان کو ظاہر و باطن میں محبوب رکھتا ہے (فضیلہ شرعیہ)

معلوم ہوا کہ اہلبیت عظام کی محبت عین ایمان ہے جو ان حضرات کی ادنیٰ بے ادبی کرے گا - وہ دولت ایمان سے محروم ہو کر مخلد فی النار ہوگا - ؎

جس مسلماں نے دیکھا انہیں یک نظر
اس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

لاہور میں حلقۂ ذکر ہر جمعہ کو بعد نماز عشاء حاجی غلام جیلانی صاحب کے مکان واقع راوی روڈ بیرون ٹکسالی دروازہ ہوتا ہے - لاہور کے اکثر یارانِ طریقت وہاں شمولیت کرتے ہیں - ختم خواجگان شریف اور کئی اور ختمات شریفہ بھی پڑھے جاتے ہیں - آخر میں سلام و قیام پر یہ مبارک مجلس ختم ہوتی ہے - گرامی قدر حاجی صاحب اگر اپنے معتقدین کی طرف تھوڑی سی بھی توجہ مبذول کریں تو لاہور میں رسالہ انوار الصوفیہ کے خریدار بہت بن سکتے ہیں - مگر افسوس کہ لاہور میں جناب حاجی صاحب جیسی شخصیت کے ہونے کے باوجود رسالہ کی اشاعت بہت کم ہے - نیز جناب محترم حکیم مبارک احمد صاحب نے اب تک رسالہ کی اشاعت بڑھانے کی طرف کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا - اللہ تعالےٰ ان کو بھی توفیق عطا کرے -

رسالہ انوار الصوفیہ یارانِ طریقت کا اپنا رسالہ ہے - اس لئے اس کی بقا کے لئے ہر ایک کو سعی کرنی چاہیے اور نئے نئے خریدار بنا کر اس کی امداد کرنی چاہیے -

پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہٗ
علی پوری

تذکرہ اولیاء کرام
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی قطب الدین اور آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی کمال الدین تھا۔ آپ کا نسب سلسلہ در سلسلہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ بختیار حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز کا عطا کیا ہوا خطاب اور کاکی آپ کی کرامات و صفات کا مظہر ہے۔ آپ ۵۸۲ھ میں اندجان کے ایک قصبے اُوش میں پیدا ہوئے۔

آپ ابھی والدہ کی گود ہی میں تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور آپ کی پرورش تربیت اور تعلیم کا سارا بوجھ آپ کی والدہ کے کندھوں پر آپڑا۔ جب آپ پانچ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ نے آپ کو محلے کے مکتب میں بٹھانے کے لئے بھیجا لیکن راستے میں اچانک ملنے والے ایک شخص کے مشورہ سے آپ کو محلے کے مکتب کی بجائے مولانا ابا حفص کی خدمت میں پہنچا دیا گیا۔

مولانا ابا حفص ایک صاحب بصیرت اور صاحب معرفت بزرگ تھے۔ انہوں نے بھید کھولا کہ راستے میں آپ کو مشورہ دینے والے شخص خضر علیہ السلام تھے۔ مولانا ابا حفص کی بصیرت اور معرفت سے آپ پر بہت جلد ظاہری اور باطنی علوم کے دروازے کھلنے لگے۔ اب آپ ہمہ وقت ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ اٹھارہ برس کی عمر میں استاد سے فارغ التحصیل ہونے کی سند حاصل کر لی۔ اب آپ کو مرشد کامل کی تلاش کشاں کشاں بغداد میں لے پہنچی۔ وہاں امام ابو اللیث سمرقندی کی مسجد میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ اوحد الدین کرمانیؒ، شیخ برہان الدین چشتیؒ اور شیخ محمود اصفہانیؒ کی موجودگی میں حضرت معین الدین چشتیؒ سے بیعت کی۔ اور مرشد کامل کی توجہ اور اپنے جذب و شوق کی بدولت بہت جلد سلوک کے تمام مراحل طے کر لئے۔ ابھی آپ کی عمر بیس ہی برس کی تھی کہ مرشد کامل نے نہ صرف خلافت بلکہ اپنے مریدوں کی روحانی تربیت بھی آپ کو تفویض فرما دی۔

حضرت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ بغداد سے اجمیر تشریف لے آئے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی طبیعت پر جب مرشد کامل کی جدائی شاق گذری تو آپ بھی وہاں سے اجمیر جانے کے لئے ملتان ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔

ملتان میں کچھ روز قیام کیا۔ وہاں شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ سے صحبت رہی اور یہیں حضرت گنج شکرؒ سے پہلی بار ملاقات ہوئی۔

قباچہ بیگ ان دنوں ملتان کا حاکم تھا۔ انہی دنوں تاتار کے کفار نے اچانک ملتان پر حملہ کیا۔ لیکن ان نفوس مقدسہ کے دم قدم کی برکت سے ملتان کی سرزمین دشمن کے قبضے میں جانے سے محفوظ رہی۔

جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلی پہنچے۔ اس وقت سلطان شمس الدین التمش وہاں حکمران تھا۔ سلطان نے دہلی میں اس فقیر روشن ضمیر کی آمد کی خبر سنی تو خود قدم لینے کے لئے حاضر ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں دہلی میں شیخ الاسلام کا منصب پیش کیا۔ شیخ الاسلام جمال الدین بسطامیؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔ سلطان کا خیال تھا کہ آپ اس عہدے کو قبول کر لیں گے۔ اور اس طرح مجھے آپ کے روحانی فیض سے بہرہ یاب ہونے کا قریب سے موقع ملتا رہے گا۔

آپ نے سلطان کی اس پیشکش کو قبول نہ فرمایا تو پھر سلطان نے شیخ نجم الدین صغریٰ کو اس عہدے پر فائز کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود سلطان امراء دین اور عوام خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ہی کی طرف متوجہ ہوئے۔

شیخ نجم الدین صغریٰ نے جب دیکھا کہ شیخ الاسلام ہونے کے باوجود کہیں ان کو عقیدت اور احترام کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ تو انہوں نے کوئی ایسا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی جس سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو دہلی سے باہر نکلوا دیا جائے۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو شیخ الاسلام کے عہدے سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ وہ تو ہر وقت اپنے مرشد کامل کے دیدار فیض آثار کے اشتیاق میں گم تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے مرشد کامل کی خدمت میں ایک عریضے کے ذریعے حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ اس طرف سے جواب آیا اگر قرب جانی ہے تو پھر بعد مکانی کیا ہے۔ گویا مرشد کامل نے ایک مختصر سے جملے میں قرب کا پیچیدہ مسئلہ حل کر دیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے جب شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ کی حکایت سنی تو مسکراتے ہوئے فرمایا۔ بابا بختیار کاکیؒ! ہم نے سنا۔ شیخ الاسلام کیا کہہ رہے ہیں۔ غالباً تم نے مخلوق کو اپنا شیفتہ کر رکھا ہے۔ چلو، دہلی کو چھوڑو اور میرے ہمراہ اجمیر چلو۔ مرید کو مرشد کے ارشاد سے انکار کی مجال کہاں تھی لیکن ادھر خواجہ بختیار کاکیؒ نے اجمیر جانے کے لئے قدم اٹھایا اور ادھر ساری خدائی راستے میں بیٹھ گئی۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہ آہ و فریاد گزارش کرنے لگی کہ حضور، انہیں یہاں چھوڑ جائیے۔ ورنہ ہم کہیں کے نہ رہیں گے ان کے قدموں سے ہمارے دلوں کا سکون وابستہ ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے مخلوق کا جب یہ عالم دیکھا تو فرمایا۔ بابا بختیار کاکیؒ تم یہیں رہو۔ میں مخلوق کو آزردہ نہیں کرنا چاہتا۔ اب یہ شہر تمہاری پناہ میں ہوگا۔

اب آپ مستقل طور پر دہلی میں مقیم ہو گئے۔ آپ نے شادی بھی یہیں کر لی۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک کا نام شیخ احمد اور دوسرے کا نام شیخ محمد رکھا۔

اگرچہ ایک خدائی آپ کی عقیدت کے حلقے میں شامل تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپ کا وقت نہایت عسرت میں گزرتا تھا۔ مرشد کامل نے صرف اتنی اجازت دے رکھی تھی۔ کہ اگر کبھی کوئی حاجت پڑے تو بقال سے سو روپے تک قرض لے لیا کرو۔ اگر آپ چاہتے تو فتوح سے اچھی خاصی آسودہ زندگی بسر کر سکتے تھے لیکن مرشد کامل کا حکم نہیں تھا چنانچہ اسی لئے اکثر اوقات قرض سے کام چلتا تھا۔
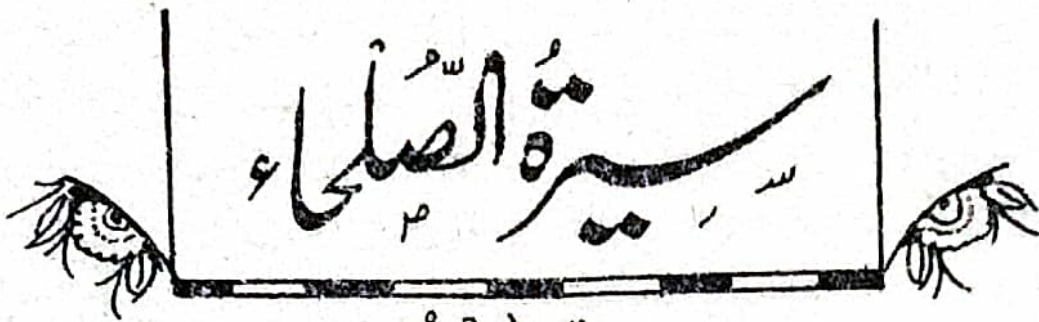
از تبرکات روحانیہ

حضرت مولانا محمد شریف صاحب محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

اخلاص

سلف صالحین کی عادت مبارکہ میں اخلاص تھا، وہ ہر ایک عمل میں اخلاص مدنظر رکھتے تھے، اور ریا کا شائبہ بھی ان کے دلوں میں نہیں پیدا ہوتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ کوئی عمل بجز اخلاص مقبول نہیں۔ وہ لوگوں میں زاہد، عابد بننے کے لئے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ انہیں یہ پروا نہیں ہوتی تھی کہ لوگ اُن کو اچھا سمجھیں یا بُرا۔ ان کا مقصود محض رضائے الٰہی ہوتا تھا۔ ساری دُنیا ان کی نظروں میں ہیچ ہوتی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اخلاص کے ساتھ عمل قلیل بھی کافی ہوتا ہے بغیر اخلاص کے سوا رات دن بھی عبادت کرتا ہے تو کبھی کام نہیں۔ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یمن بھیجا، تو فرمایا :-

" اخلص دینک یکفیک العمل القلیل "

(کہ اپنے دین میں اخلاص کر تجھے تھوڑا عمل ہی کافی ہوگا) حاکم

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ناظرین سے مخفی نہیں کہ ایک لڑائی میں ایک کافر پر آپ نے قابو پا لیا اس نے آپ کے مُنہ پر تھوک دیا۔ تو آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ حیران رہ گیا۔ کہ یہ بات کیا ہے، بجائے اس کے کہ ان کو غصہ آتا اور مجھے قتل کر دیتے انہوں نے چھوڑ دیا ہے حیران ہو کر پُوچھا ہے تو آپ فرماتے ہیں :ے

گفت من تیغ از پئے حق مے زنم
بندۂ حقم نہ مامورِ تنم،
شیر حقم نیستم شیرِ ہوا
فعل من بر دین من باشد گواہ

کہ مَیں نے محض خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے تلوار پکڑی ہے۔ مَیں خدا کے حکم کا بندہ ہُوں۔ اپنے نفس کے بدلہ کیلئے مامور نہیں ہُوں۔ مَیں خدا کا شیر ہُوں، اپنی خواہش کا شیر نہیں ہوں۔ چونکہ تُو نے میرے مُنہ پر تھوکا۔ تو اب اس لڑائی میں نفس کا دخل ہو گیا۔ اخلاص جاتا رہا۔ اس لئے مَیں نے تم کو چھوڑ دیا ہے۔ کہ میرا کام اخلاص سے خالی نہ ہو

ے چوں در آمد علتے اندر غزا
تیغ را دیدم نہاں کردن سزا

یعنی جب اس جنگ میں ایک علت پیدا ہو گئی۔ جو اخلاص کے منافی تھی تو مَیں نے تلوار کا روکنا ہی مناسب سمجھا۔

وہ کافر حضور کا یہ جواب سُن کر مسلمان ہو گیا۔ اس پر مولانا فرماتے ہیں ے

بس تجت معصیت کان مرد کرد
نے نخارے بر دمد اوراق ورد

اس کافر نے کیا مبارک گناہ کیا۔ یعنی وہ تھوکنا اس کے حق میں مبارک ہوگیا۔ کہ اسے اسلام نصیب ہوا۔

اس پر مولانا تمثیل بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح کانٹوں سے گلسرخ کے پتے نکلتے ہیں۔ اسی طرح اس گناہ سے اسے اسلام حاصل ہوگیا۔

وہب بن منبہ فرمایا کرتے تھے:۔

"من طلب الدنیا بعمل الاخرۃ نکس اللہ قلبہ وکتب اسمہ فی دیوان اھل النار"

جو شخص آخرت کے عمل کے ساتھ دنیا طلب کرے، خدا تعالیٰ اس کے دل کو الٹا کر دیتا ہے۔ اور اس کا نام دوزخیوں کے دفتر میں لکھ دیتا ہے، وہب بن منبہ کا یہ قول اس آیت سے ماخوذ ہے جو حق تعالیٰ نے فرمایا:۔

من کان یرید حرث الدنیا نوتہ منھا وما لہ فی الاخرۃ من نصیب

جو شخص اعمال صالحہ میں دنیا چاہے، ہم دنیا سے اتنا جتنا کہ اس کا مقدر ہے دیتے ہیں اور آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں۔ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ یہاں تک اخلاص کی کوشش کرتے تھے، وہ ہمیشہ جماعت میں پہلی صف میں کھڑے ہوتے تھے۔ ایک دن اتفاق سے آخری صف میں کھڑے ہوئے۔ اور دل میں خیال آیا۔ کہ آج لوگ مجھے آخری صف میں دیکھ کر کیا کہیں گے۔ اس خیال کے سبب لوگوں سے شرمندہ ہوگئے۔ اور یہ سمجھا کہ میں نے جتنی نمازیں پہلی صف میں پڑھی ہیں۔ اس میں لوگوں کی نمائش مقصود تھی تو تیس سال کی نمازیں قضا کیں۔

معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے:۔

اخلص تتخلص، اے نفس اخلاص کر کہ تو خلاصی پائے گا

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے:۔

المخلص من یکتم حسناتہ
کما یکتم سیاتہ

مخلص وہ شخص ہے، جو اپنی نیکیوں کو ایسا چھپائے جیسے کہ اپنی برائیوں کو چھپاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ مجھے میری والدہ نے فرمایا:

یابنی لا تتعلم العلم الا اذا نویت العمل بہ والا فھو وبال علیک یوم القیامۃ

اے میرے بیٹے، علم پر اگر عمل کی نیت ہو تو پڑھو ورنہ وہ علم قیامت کے دن تجھ پر وبال ہوگا،

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ ہمیشہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے:۔

"تتکلمین بکلام الصالحین القانتین، العابدین وتفعلین فعل الفاسقین المنافقین المرائین واللہ ما ھذہ صفات المخلصین"

اے نفس تو ایسی باتیں کرتا ہے، جیسے کوئی بڑا صالح عابد زاہد ہے۔ لیکن تیرے کام دنیا کا مرفاسقوں، منافقوں کے ہیں۔ خدا کی قسم مخلص لوگوں کی یہ صفات نہیں کہ ان میں باتیں ہوں اور عمل نہ ہوں،

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ع حرف درویشان بدزدد مرد دون

خیال فرمائیے، امام حسن بصری علیہ الرحمۃ وہ شخص ہیں جنہوں نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقہ خلافت پہنا۔ سلسلہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ کے شیخ ہوئے۔ مگر نفس

کو ایسا ہی جھڑکا کرتے تھے، تاکہ اس میں ریا نہ پیدا ہو جائے ایک ہم ہی ہیں۔ بدنام کنندۂ نکو نامے چند، کہ ہم اپنی ریا کاریوں کو عین اخلاص سمجھتے ہیں۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آدمی مخلص کس وقت ہوتا ہے؟ فرمایا، جب عبادتِ الٰہی میں خوب کوشش کرے، اور اس کی خواہش یہ ہو کہ لوگ میری عزت نہ کریں۔ جو عزت لوگوں کے دلوں میں ہے وہ بھی جاتی رہے۔

یحیٰی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ انسان، کب مخلص ہوتا ہے، فرمایا جب شیر خوار بچہ کی طرح اس کی عادت ہو، شیر خوار بچہ کی کوئی تعریف کرے تو اسے خوشی نہیں لگتی۔ اگر مذمت کرے، تو اسے بری نہیں معلوم ہوتی، جس طرح وہ اپنی مدح و ذم سے بے پرواہ ہوتا ہے اس طرح انسان جب مدح و ذم کی پرواہ نہ کرے تو مخلص کہا جا سکتا ہے۔

ابو السائب علیہ الرحمۃ یہاں تک اخلاص کا خیال رکھتے تھے کہ اگر قرآن یا حدیث سننے سے ان کو رقت طاری ہو جاتی۔ اور آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ تو آپ فوراً اس رونے کو تبسم کی طرف پھیر دیتے۔ یعنی ہنس دیتے۔ اور ڈرتے کہ رونے میں ریا نہ ہو جائے۔ آج ہم خواہ مخواہ وعظ میں تقریر میں، بھری مجلس میں رونی صورت بناتے ہیں، کہ لوگ سمجھیں کہ یہ حضرت بڑے نرم دل اور خدا خوف ہیں

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

ابو عبداللہ انطاقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ قیامت کے دن ریا کار کو حکم ہوگا۔ کہ جس شخص کے دکھانے کیلئے تو نے عمل کیا، اس کا اجر اسی سے مانگ۔

حسن بصری رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :-

من ذم نفسہ فی الملاء فقد
مدحھا ذالک من علامات الریاء

"جو شخص مجالس میں اپنے نفس کی مذمت کرے تو اس نے گویا نفس کی مدح کی، اور یہ ریا کی علامات سے ہیں۔"

یہاں سے ان واعظوں اور لیکچراروں کو عبرت حاصل کرنا چاہیئے جو اسٹیج پر کھڑے ہوتے اپنی مذمت شروع کر دیتے ہیں۔ کہ میں ان حضرات کے سامنے کیا جرأت رکھتا ہوں کہ بولوں، میں ان کے سامنے ہیچ ہوں، یہ ہوں، وہ ہوں، یہ مذمت نہیں، بلکہ حقیقت میں اپنی تعریف کرنا ہے۔ بزرگانِ دین اس کو بھی ریا پر محمول فرماتے ہیں۔

اسمائے گرامی معاونین حضرات

برائے اشاعت و طباعت

"تذکرۂ امیر ملت"

محترم و مکرم برادرِ طریقت جناب سخاوت اللہ خاں صاحب پشاور ---- ۲۰۰/ روپیہ

محترمہ اہلیہ جناب سخاوت اللہ خاں صاحب -/۵۰ روپیہ

محترم برادرِ طریقت حضرت مولانا ابو النور محمد فاضل صاحب کوہاٹ ---- ۵/- روپیہ

محترم برادرِ طریقت جناب حاجی اکبر خاں صاحب نیازی -/۵ روپیہ

محترم برادرِ طریقت جناب معراج دین صاحب سانگلہ ہل ---- ۵/- روپیہ

ضروری مسائل

مدیر

اس عنوان کے نیچے میت کے احکام و مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے، اس لئے کہ اکثر لوگ دین سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے اس باب میں بھی بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور طریقہ مسنونہ کی بہت کم پرواہ کرتے ہیں۔ اور اکثر پڑھے لکھے آدمی بھی اس وقت بیانِ حق سے خاموش رہتے ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کی رہنمائی نہ کی ہو۔ ہم پر لازم ہے کہ ہر حال میں قولاً و عملاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کریں۔ (مدیر)

جو لوگ مرنے والے شخص کے قریب بیٹھے ہوئے ہوں ان پر لازم ہے کہ وہ اس کو دائیں کروٹ پر اس طرح لٹائیں کہ اس کا سر شمال اور پاؤں جنوب کی طرف ہوں یا اس کو سیدھا لٹائیں کہ سر مشرق اور پاؤں مغرب کی طرف ہوں اور سر کے نیچے کوئی چیز رکھ کر اس کو ذرا اونچا کر دیں تاکہ اس کی توجہ قبلہ کی طرف ہو آسمان کی طرف نہ ہو ● اس کو تلقین کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بلند آواز سے اس کے قریب کلمہ شہادت پڑھیں تاکہ وہ بھی پڑھے، اور جب اس نے پڑھا تو بس کر دیں ● دوبارہ تلقین نہ کریں، ہاں اگر اس نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد کوئی دنیا کی بات کی تو دوبارہ تلقین کریں ● مرنے والے کو کلمہ شہادت پڑھنے کا حکم کرنا منع ہے کیونکہ خوف ہے کہ وہ کہیں یہ نہ کہہ دے کہ میں نہیں پڑھتا ● مرنے والے کے قریب سورہ یٰسین پڑھنی مستحب ہے، حدیث میں آیا ہے کہ جس مسلمان کے قریب اس کے مرنے کے وقت سورہ یٰسین پڑھی جائے جب تک رضوان اس کے واسطے جنت سے شربت نہ لائے، تب تک ملک الموت اس کی رُوح قبض نہیں کرتا، اور سورہ یٰسین کے ایک ایک حرف کے بدلے دس دس فرشتے نازل ہو کر اس کے سامنے قطار در قطار کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اس کے غسل اور دفن کے وقت تک حاضر رہتے ہیں۔ اور اس کا جنازہ بھی پڑھتے ہیں۔ اور دعاءِ مغفرت بھی کرتے ہیں۔ اور وہ، اس حال میں دنیا سے انتقال کرتا ہے کہ وہ سیراب ہوتا ہے (تفسیر بیضاوی) ● تلقین میں اس کا پڑھنا بھی بہت اچھا ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ● میت کو اس کی قبر میں رکھنے کے بعد بھی تلقین کرنی جائز ہے اور اس کا یہ طریقہ ہے کہ اس کو کہا جائے، اے بندے تو دین اسلام کو یاد کر جس پر تو قائم تھا۔ اور یہ کہ تو شہادت دیتا تھا کہ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ

علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور برگزیدہ بندے ہیں،
● میت کے قریب حیض و نفاس والی عورت اور اجنبی آدمی کا نہ ہونا بہتر ہے ● جب روح قبض ہو جائے تو اس کی آنکھوں کو بند کر دیں اور دونوں جبڑوں کو باندھ دیں یا اس طرح ملائیں کہ منہ کھلا نہ رہے ● میت پر بین کرنا اور سینہ کوبی کرنا، سیاہ لباس پہننا، بالوں کو نوچنا اور اللہ تعالیٰ پر شکوہ و شکایت کرنا سخت منع ہے، حدیث شریف میں آیا ہے "جس نے اپنے رخساروں کو پیٹا اور گریبان کو پھاڑا اور پکارا جاہلیت کے پکارنے کی طرح وہ ہم سے نہیں ہے" (مشکوٰۃ) اور فرمایا بین کرنے والی عورت اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اس حال میں قیامت کے دن کھڑی کی جائے گی کہ اس پر ایک قمیص ہو گی جو ایک قسم کے روغن میں بجرب کی ہوئی ہو گی۔ اور ایک کرتی خارش کی ہو گی۔
● عورتوں کو چیخنے چلانے اور میت پر بین کرنے سے روکنا چاہیئے ہاں نرا رونا منع نہیں بشرطیکہ آواز اونچی نہ ہو، کیونکہ یہ چیز اپنے بس کی نہیں، بلکہ رونے کو اور آنکھوں سے آنسوؤں کے جاری ہونے کو رقت قلب اور رحمت کا موجب کہا گیا ہے ● میت کی تجہیز و تکفین میں جہاں تک ممکن ہو جلدی کرنی چاہیئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اذا مات احدکم فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الیٰ قبرہ جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اس کو مت روکو اور اس کو اس کی قبر کی طرف جلدی لے جاؤ، ● کفن اور تخت کو طاق مرتبہ خوشبودار دھونی دینی چاہیئے ● نہلانے سے قبل پانی کو بیری کے پتے ڈال کر پکا لینا بہت بہتر ہے ● جب کوئی شخص مر جائے تو اس کے ہاتھوں کو اس کے دونوں پہلوؤں کے ساتھ رکھنا چاہیئے اور اس کے پیٹ کے اوپر لوہا رکھ

دیں تاکہ وہ پھول نہ جائے ● میت کے پاس اس کو غسل دینے سے پہلے قرآن شریف پڑھنا مکروہ ہے ● لوگوں کو آگاہ کرنا کہ فلاں مر گیا ہے مستحب ہے تاکہ اس کے جنازہ میں بہت سے لوگ شریک ہوں ● میت کو تخت پر نہلانے کیواسطے قبلہ رخ رکھنا ضروری نہیں جس طرح رکھنے کا اتفاق ہو صحیح ہے ● میت کو نہلانے سے قبل وضو کرایا جائے لیکن اس میں مضمضہ اور استنشاق نہ ہو، ہاں اگر مرنے والا جنبی تھا تو مضمضہ اور استنشاق بھی کرائیں ● سر اور داڑھی کو خطمی کے ساتھ دھوئیں آجکل صابون اس کی جگہ کافی ہے ● غسل دینے کے بعد میت کے جسم کو کسی کپڑے سے خشک کریں اور اس کے سر اور داڑھی کو خوشبو لگائیں اور اعضائے سجدہ پر کافور ملیں، پھر کفن میں اس کو لپیٹ دیں۔ مرد کے واسطے کفن سنت تین کپڑے ہیں قمیص، یعنی الفی، یہ کاندھے سے لے کر پاؤں تک لمبی ہوتی ہے اور ازار یہ ایک چادر ہوتی ہے اور لفافہ یہ ایک دوسری چادر ہوتی ہے پہلی سے ذرا بڑی۔ کفن اس کپڑے سے دینا چاہیئے جس کو وہ نماز جمعہ یا عیدین کیواسطے شوق سے پہنتا تھا۔ حدیث میں آیا ہے :۔ حسنوا اکفان الموتیٰ فانھم یتزاورون فیہا بینھم ویتفاخرون بحسن اکفانھم "تم مردوں کو عمدہ کفن دو اس لئے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور اپنے کفن پر فخر و ناز کرتے ہیں" اگر یہ تین کپڑے میسر نہ ہوں تو صرف قمیص اور لفافہ پر اکتفا کریں۔ اس کو کفن کفایہ کہتے ہیں۔ سفید روئی کا کفن افضل ہے۔ قمیص آستین اور تریج اور جیب کے بغیر ہونی چاہیئے، بعض قوموں میں عورتوں کو شلوار اور قمیص سلی ہوئی میں کفن دیتے ہیں اور مزید برآں سر پر یا ہاتھ پر مہندی وغیرہ لگاتے ہیں

یہ سب کچھ ناجائز ہے ۞ عورت کیواسطے کفن سنت میں مرد کے کفن سنت پر ایک اوڑھنی اور ایک رومال جس سے اس کے سینہ کو باندھا جائے زائد ہے ۞ اگر میت عورت ہو تو اس کو کفن پر لٹا کر اس کے بالوں کو دو حصوں میں کر کے اس کے سینے پر ڈالدینے کا حکم ہے ۞ کفن دینے کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے لفافہ کو بچھایا جائے اور اس کے اوپر آزار کو پھر اس کے اوپر میت کو الفی پہنا کر سیدھا لٹا دیا جائے، پھر اس کی بائیں جانب سے لپیٹ کر دائیں جانب اس کے اوپر کریں۔ اگر میت عورت ہو تو اوڑھنی جس کو خمار کہتے ہیں اس کے سر اور منہ پر دیں اور رومال سے اس کے پستانوں کو باندھ دیں ۞ میت کے ناخنوں کو کاٹنا اور اس کے بالوں میں کنگھی کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ چیزیں زینت کے واسطے ہیں اور وہ اس سے بے نیاز ہے ۞ جنازے کے ساتھ بین کرنے والی عورت اور آگ وغیرہ نہ ہو ۞ میت کو ثواب کی نیت سے غسل دینے کا ثواب یہ ہے کہ اللہ تعالے اس کے چالیس کبیرہ گناہوں کی مغفرت کر دیتا ہے اور جو کوئی لوجہ اللہ میت کو کفن دے اس کو اللہ تعالے جنت میں سندس اور استبرق کے کپڑے پہنائیگا اور جو کوئی بغیر اجرت کے میت کے واسطے قبر بناتا ہے اس کو اتنا ثواب ہوتا ہے جتنا کسی کو رہنے کیواسطے مکان دینے کا ثواب ہوتا ہے۔ غاسل کو چاہئیے کہ جب تک غسل سے فارغ نہ ہو یہ پڑھتا رہے غُفْرَانَکَ یَا رَحْمٰنُ ۞ میت کی چارپائی چاروں پاؤں سے اٹھائیں، پہلے اس کا اگلا دایاں پایہ اپنے دائیں کاندھے پر رکھیں پھر اس کا پچھلا دایاں پایہ دائیں کاندھے پر اٹھائیں اسی ترتیب سے پھر اس کا اگلا بایاں پایہ بائیں کاندھے پر اور پھر پچھلا بایاں پایہ بائیں کاندھے پر اٹھائیں۔ ہر پایہ کے ساتھ دس دس قدم چلنا چاہئیے۔ حدیث میں آیا ہے:-

مَنْ حَمَلَ جَنَازَۃً اَرْبَعِیْنَ خُطْوَۃً کُفِّرَتْ عَنْہُ اَرْبَعِیْنَ کَبِیْرَۃً جو جنازے کو اٹھا کر چالیس قدم چلے اس سے چالیس کبیرہ گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے دوسرے لوگوں کو چاہئیے کہ وہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلیں اور جنازہ رکھنے سے پہلے نہ بیٹھیں ۞

شکریہ

جن حضرات اور احباب نے ماہ ستمبر اور اکتوبر تک "انوار الصوفیہ" کے لئے نئے خریدار دیئے ہیں ان کے اسمائے گرامی بصد شکریہ مندرجہ ذیل ہیں:-

حضرت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی علی پوری ۸ خریدار
جناب فضل کریم صاحب سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ کیمبل پور ۱ خریدار
مولانا الحاج رئیس المتکلمین پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب علی پوری ۸ خریدار
جناب ظہیر الدین صاحب اظہر جماعتی قلعہ گجر سنگھ لاہور ۶ خریدار
جناب مہر داد خاں صاحب چک ۹ شمالی سرگودھا ۱ خریدار
جناب مولاداد کلرک ممتاز علی خاں صاحب ایبٹ آباد ۲ خریدار
جناب صوفی الحاج مولانا محمد طاہر صاحب مراد آباد بھارت ۳ خریدار
مولانا الحاج پیر سید احمد حسین شاہ صاحب علی پور ۱ خریدار

بچوں کیواسطے

ایک دلچسپ مکالمہ

ضیاء احمد
قصور

چڑیا اور پھندا

ایک ننھی سی چڑیا اُڑتی ہوئی جا رہی تھی کہ ایک جگہ اس نے ایک پھندا لگا ہوا دیکھا چڑیا نے پھندے سے پوچھا :-

بھائی پھندے! کیا میں آپ سے پوچھ سکتی ہوں کہ آپ راستے سے اتنی دُور کیوں ہیں۔

پھندا :- ننھی چڑیا! میں سب لوگوں سے تنہا اور الگ رہنا پسند کرتا ہوں تاکہ مجھ کو ان سے اور ان کو مجھ سے کسی قسم کا دُکھ نہ ہو۔

چڑیا :- آپ نے مٹی میں رہنا کیوں پسند کیا ہے؟

پھندا :- اس لئے کہ غریب اور عاجز ہوں۔

چڑیا :- تیرا جسم اتنا کمزور کیوں ہے؟

پھندا :- عبادت نے مجھے لاغر کر دیا ہے۔

چڑیا :- یہ رسی تو نے اپنے کاندھے پر کیوں اٹھائی ہوئی ہے؟

پھندا :- عبادت کرنے والوں کا یہی لباس ہوتا ہے

چڑیا :- یہ عصا تو نے کیوں رکھا ہے؟

پھندا :- میں اس پر سہارا لیتا ہوں۔

چڑیا :- یہ گیہوں کا دانہ تیرے پاس کیوں رکھا ہوا ہے

پھندا :- یہ میری خوراک سے بچ رہا ہے کوئی بھوکا فقیر یا مسکین مسافر آجائے تو اس کو دیدوں گا۔

چڑیا :- میں مسافر بھی ہوں اور بھوکی بھی اگر آپ یہ دانہ مجھے دیدیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔

پھندا :- ننھی چڑیا، اگر تم بھوکی ہو تو مجھے انکار نہیں آگے آ کر لے لو۔

چڑیا نے پھدک کر ابھی اس پر اپنی چونچ رکھی ہی تھی کہ پھندے نے اچھل کر اس کی گردن دبوچ لی۔ چڑیا نے جب اپنے آپ کو پھندے کی گرفت میں پایا تو اس نے اس فریب اور دھوکے پر اس کو خوب کوسا، اتنے میں شکاری نے آ کر اس کو پکڑ لیا۔ چڑیا نے اپنے جی میں کہا "داناؤں نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ دلیری کرنے والا پشیمان ہوتا ہے اور پرہیز کرنے والا سلامت رہتا ہے" پھر اس نے ایک آہ بھری اور کہا ہائے اب میرے واسطے خلاصی اور بھاگنے کی کوئی راہ نہیں لیکن فوراً ہی اس کو خیال آیا کہ جہاں تک ہو سکے حیلے کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ بسا اوقات حیلہ بڑی بڑی تنگیوں سے نجات دیتا ہے۔ پھر وہ شکاری کی طرف متوجہ ہوئی اور اس نے کہا، اے شکاری میں تمہیں چند باتیں سناتی ہوں ذرا غور سے سُننا وہ تمہیں بڑا فائدہ دیں گی۔ اس کے بعد جو تمہارا جی چاہے کرنا، شکاری نے چڑیا کی بات پر بڑا تعجب کیا اور کہا میں تمہاری باتوں کو غور سے سُنوں گا تم کہو

چڑیا :- اس میں کسی عقلمند کو شک نہیں کہ میرا جسم اتنا
چھوٹا ہے کہ اس کے کھانے سے نہ کوئی موٹا ہو
سکتا ہے اور نہ اس کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ اگر دانائی
حاصل کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں تین باتیں سُناتی ہوں
جو تم کو میرے کھانے سے زیادہ نفع دیں گی۔ ایک بات
تو تیرے ہاتھ میں ہی کہوں گی اور دوسری اس درخت
کی جڑ پر بیٹھ کر اور تیسری اس کے اوپر چڑھ کر۔
شکاری نے چڑیا کو کہا۔ پہلی بات کیا ہے؟
چڑیا :- جو چیز تیرے ہاتھ سے چلی جائے اس پر
کبھی پشیمان نہ ہونا۔

شکاری کو یہ بات بڑی اچھی لگی اس نے دوسری بات
کو سننے کے واسطے اس کو چھوڑ دیا جب وہ درخت
کی جڑ پر جا بیٹھی تو شکاری نے دوسری بات کہنے کو کہا
چڑیا نے کہا جو چیز ہو نہیں سکتی اس کو اگر کوئی کہے
کہ وہ ہو گئی ہے تو تصدیق نہ کرنا، پھر وہ چڑیا وہاں
سے اُڑ کر درخت پر جا بیٹھی اور یوں کہا:-

شکاری! تُو بڑا بدبخت ہے اگر تُو مجھ کو ذبح کرتا
تو میرے پیٹ سے تمہیں دُو دُو چھٹانک کے دو قیمتی
لعل ملتے جو کئی پشتوں تک تیری اولاد کے واسطے کافی
تھے۔ شکاری چڑیا سے یہ سُن کر بہت پریشان ہوا
اور اپنی بدقسمتی پر رونے لگا۔ پھر اس نے چڑیا سے تیسری
بات سننے کی فرمائش کی۔

چڑیا نے کہا میں تمہیں تیسری بات کس طرح سناؤں
جب تُو نے ایک ہی لحظہ میں پہلی دونوں باتوں کو بھلا
دیا ہے۔ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ:
۱۔ جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اس پر پشیمان نہ ہونا
۲۔ اور جو چیز نہ ہو سکتی ہو اگر کوئی کہے کہ وہ ہو گئی ہے
تو اس کا یقین نہ کرنا۔

تُو نے اس کی کس طرح تصدیق کر لی کہ میرے
پیٹ میں دُو موتی ہیں جن میں سے ہر ایک کا دُو چھٹانک
وزن ہے۔ حالانکہ اگر تو میرا وزن کرے تو دُو چھٹانک
سے زیادہ نہ ہوگا۔

اب جو چیز تیرے ہاتھ سے نکل گئی ہے تو اس
پر پشیمان بھی ہو رہا ہے۔ یہ کہکر چڑیا اُڑ گئی اور
شکاری وہیں دیکھتا رہ گیا۔

نتیجہ

بچو! ہمیشہ عقل اور تدبیر سے کام لو
زیادہ بھولا پن اور سادہ لوحی بھی اچھی نہیں
ہوتی اگر کسی مصیبت میں گھر جاؤ تو وہاں
سے نجات پانے کے لئے اپنی عقل سے کام
لو اور سوچو کہ تمہیں کون سا حیلہ اختیار کرنا
ہوگا۔ اور ہاں یہ بھی یاد رکھو کہ کسی کے
ظاہر سے بھی مت دھوکا کھاؤ۔ بہت سے
انسان ابلیس صفت موجود ہیں جنہوں نے
اپنے ظاہر کو نیکی سے آراستہ کر رکھا ہے
لیکن ان کا باطن کالے چور کے باطن سے
کم سیاہ نہیں اس واسطے کسی کی صحبت
یا ہم نشینی اختیار کرنے سے پہلے اس کے
حالات کا خوب اچھی طرح جائزہ لو تاکہ
کوئی فریبی اور دھوکہ باز دوست کی صورت
میں تمہیں کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔

وما علینا الا البلاغ

کشتِ زارِ زعفران

جنت میں کھیتی باڑی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم احباب رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ جنت کے متعلق تذکرہ ہو رہا تھا۔ جسے سب بڑے شوق، توجہ، اور مسرت سے سن رہے تھے، اتفاق سے اس وقت ایک گاؤں کے رہنے والے صحابی بھی حاضر تھے۔ ان کے کان اپنے آقا کی بات پر لگے ہوئے تھے اور بڑے انہماک سے سننے میں مصروف تھے۔ اسی دوران میں سرورِ امت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا قصہ سنایا جو جنت میں اپنے رب سے اس کی رحمت پہ مچلتے ہوئے عجیب و غریب آرزو کرے گا۔

"یا اللہ! مجھے اس جنت میں کھیتی باڑی کرنے کی اجازت دی جائے"۔ ارشاد ہوگا:

"میرے بندے! کیا تجھے یہاں سب آرام اور سکھ حاصل نہیں پھر ایسی چھوٹی آرزو کیوں کرتے ہو"؟

وہ بندہ عرض کرے گا:

"مالک! اس فرحت انگیز، پُرسکون، اور وجد آفریں جگہ میں مجھے کوئی تکلیف نہیں، صرف دل کی خواہش ہے، چونکہ دنیا میں زمیندارہ کیا کرتا تھا اس لئے پرانی یاد تازہ کرنے کی امنگ پیدا ہوگئی ہے۔"

چنانچہ اس کے لئے زمیندارہ کی تمام چیزیں مہیا کر دی جائیں گی پھر وہ اپنی خواہش سے زمین تیار کرے گا، ہل جوتے گا اور اس میں بیج ڈالے گا، اور اس کے دیکھتے ہی کھیتی اُگ آئیگی۔ پھر اسی لمحہ سرسبز و شاداب بالیں لہلہانے لگیں گی۔ اور پھر اچانک سب کھیتی خود بخود کٹ جائیگی اور گندم کے پہاڑ کی طرح اونچے اونچے ڈھیر لگ جائیں گے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

"اے آدم کے بیٹے! تیرا پیٹ کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اب یہ لے لے۔ تیری خواہش پوری کر دی گئی ہے"

بدوی صحابی جو غور سے یہ واقعہ سن رہے تھے، کچھ کسمسائے اور بھولا سا منہ بنا کر کہنے لگے:

"یا رسول اللہ! اس قسم کی تمنا کرنیوالا کوئی انصاری یا قریشی ہوگا۔ کیونکہ یہی اصحاب زراعت پیشہ ہیں۔ ہم زمیندارہ کام نہیں کرتے"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ لطیف اور برجستہ جواب سن کر مسکرا پڑے اور بہت خوش ہوئے۔

اونٹ، اونٹنی کا بچہ

ایک بھولے اور سیدھے شخص نے حضور علیہ السلام سے اونٹ کی درخواست کی۔ آپ نے

ارشاد فرمایا:-

"اس شخص کو اونٹ کا بچہ دے دیا جائے"

وہ شخص بولا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے بہت طویل اور دُور کا سفر کرنا ہے۔ ایک اونٹ کا بچہ لے کر کیا کروں گا۔ مجھے تو کوئی اونٹ عنایت فرمائیے، تاکہ سفر آسانی سے کٹ سکے!

آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:-

• اور کیا اونٹ کو اونٹنی کے علاوہ اور چیز جنتی ہے، وہ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے چاہے کتنا بڑا ہو جائے۔

جنت میں بوڑھی

بارگاہِ نبوت میں ایک بوڑھی صحابیہ حاضر تھیں، اتنے میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:- جنت میں کوئی بوڑھی داخل نہ ہوگی،

بوڑھی صحابیہ نے یہ ارشاد سُن کر سر لٹکا لیا، رنگت سفید پڑ گئی، مایوس اور خوفزدہ نظروں سے اُوپر دیکھا پھر بڑے پست اور دھیمے لہجے میں کہا:-

"اس کا کیا سبب ہے؟ کیا وہ ایماندار نہیں، اگر حضور نے ہی یوں فرما دیا، تو ہمارا کیا ٹھکانا ہے؟

نبی کریم نے ارشاد فرمایا:-

"کیا تم نے قرآن پاک میں نہیں پڑھا جہاں ارشاد ہوتا ہے۔" ہم انہیں اٹھا ہوا جوبن عطا کرکے، جوان بنا کر جنت میں بھیجیں گے۔ یعنی کسی عورت کو اس حالت میں جنت کے اندر داخل نہیں کیا جائیگا کہ وہ بوڑھی ہو۔ بلکہ انہیں شباب کی عمر میں بھیجا جائیگا۔

تذکرہ امیرِ ملت رضی اللہ عنہ

زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، امام المتقین، حضرت امیرِ ملت، آفتابِ ولایت، مولانا الحاج

پیر جماعت علی شاہ صاحب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی سوانح عمری کی تدوین و ترتیب میں بعض عوارض کی وجہ سے غیر معمولی تاخیر ہو گئی ہے ——

شاہ جماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادتمندوں کی دلی تمنا کو پورا کرنے کے لئے،

اَب

ادارہ "انوار الصوفیہ" نے عزم محکم کیا ہے کہ جہاں تک بھی ممکن ہو حضور کی سوانح عمری بہت جلد زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر شائقین کے لئے باعثِ نواز ہو۔

آپ کے احوال بعض احباب اور بزرگوں نے جو مرتب کئے ہیں وہ مہیا کر لئے گئے ہیں انکی ترتیب تہذیب کا کام شروع ہے انشاء اللہ اس سے فارغ ہو کر مسودہ کسی اچھے خوشنویس کے حوالے کیا جائیگا۔ اس کے مصارف کو پورا کرنے کیواسطے پیشگی مبلغ ۵/- روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دیجئے جب کتاب چھپ کر تیار ہو جائیگی آپکی خدمت میں رجسٹری کر دی جائیگی جن دوستوں نے ادارہ کیساتھ اس سلسلہ میں تعاون کیا ہے انکے اسماء گرامی کسی دوسری جگہ اسی رسالہ میں ملاحظہ فرمادیں۔

(ایک تاریخی افسانہ) — — — — — — (از جناب آرزو صاحب)

غور کر، ولیعہد خلافت کی ناراضی کہیں تیری تباہی و بربادی کا پیش خیمہ نہ ہو، عیش و عشرت کی اس طرح پر فضا سے کنارہ کش ہونا اور آئی ہوئی دولت کو ٹھکرانا کفرانِ نعمت ہے۔ (سپاہیوں نے کہا)

ہاں میں خوب سمجھتی ہوں کہ تم عیش و عشرت کے سبز باغ دکھا کر مجھے پھنسانا چاہتے ہو اور ستم ظریفی سے دھمکیاں دے کر ایک کمزور اور ناتواں لڑکی پر قبضہ کرنا مقصود ہے مگر نہیں مجھے یہ شکستہ جھونپڑا قصرِ عالی شان سے کم نہیں میں اپنے حسن و شباب کی امانت ہوس پرستوں کے قدموں پر نثار کرنا ہی کفرانِ نعمت سمجھتی ہوں۔ جاؤ جاؤ مجھے نہ تمہارے ولیعہد سے کوئی غرض ہے اور نہ نگاہیں خیرہ کرنے والے جواہرات سے کوئی سروکار۔ (عورت نے کہا)

یہ اس طرح نہ مانے گی اس کو اٹھا کر ولیعہد کے پاس لے چلو، ممکن ہے کہ اس کو ہمارے کہنے کا یقین نہ ہو۔ جب وہ ولیعہد کے حسن دلکش اور اس کے جاہ و حشم کو دیکھ لے گی تو خود راضی ہو جائے گی۔ (سپاہیوں نے آپس میں مشورہ کیا)

عورت نے بپھری ہوئی شیرنی کی طرح گرج کر کہا، میں کوئی فاحشہ اور عصمت باختہ نہیں، خبردار! مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ شرافت و عزت امیروں اور دولتمندوں ہی کے حصہ میں آئی ہے، اور غریب و مفلس اس سے محروم ہیں۔ نہیں یہ غلط ہے۔ شرافت اور پاک باطنی کے جوہر قصر و ایوان میں نہیں بلکہ ٹوٹے ہوئے جھونپڑوں میں پوشیدہ رہتے ہیں۔

سپاہی:- بس بس رہنے دے شرافت کی دیوی ہم تیری تقریر دل پذیر سننے نہیں آئے ہیں۔ ہم صرف ہاں یا نہیں کا جواب چاہتے ہیں۔

عورت:- نہیں نہیں۔ ایک بار نہیں۔ سو بار نہیں۔

(سپاہی مشورہ کر کے ولیعہد کو بلاتے ہیں)

ولیعہد:- کیوں کیا بات ہے؟

سپاہی:- حضور ہم نے اس کو ہر طرح سمجھایا ترغیب و تحریص دلائی۔ ڈرایا، دھمکایا مگر یہ کسی طرح بھی راضی نہیں ہوتی اور شرافت کا وعظ کر کے ہم کو........

ولیعہد:- (قطع کلام کرتے ہوئے) کیوں اے ماہ لقا! سپاہیوں نے تم سے کیا کہا۔ اور تم نے کیا سوچا؟

۵

تمہیں ہے ناز اپنے حسن پر سوچو ذرا دیکھو
تمہیں رہتی ہو آنکھوں میں کہ ہیں یہ پتلیاں میری

عورت: حضور آج آپ ولیعہد ہیں۔ خدا نے چاہا تو کل آپ خلیفہ ہوں گے۔ اس پر غور فرمائیے کہ حاکم و محکوم کی بہو بیٹیوں کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہیئے بیکسوں کی دستگیری محتاجوں کی حاجت روائی اور مظلوموں کی داد رسی کس کا فرض ہے؟

ولیعھد: بیشک بیشک یہ میرا فرض ہے اور اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے تمہاری حاجت روائی، دستگیری اور عزت افزائی کرنا چاہتا ہوں۔

عورت: (تجاہلِ عارفانہ سے) اس کا مطلب۔

ولیعھد: اس کا مطلب یہ کہ میرے سپاہیوں نے جو پیغام پہنچایا ہے اس کو قبول کرو۔ مجھے اپنی ناز برداری کا موقع دو۔ تم کو یقین دلاتا ہوں کہ اسی ایوان خاکی کی نہیں بلکہ قصر دل کی ملکہ بنا کر رکھوں گا۔ دن عید، رات شب برات کی طرح بسر ہوگا۔

عورت: افسوس! افسوس!!

ولیعھد: افسوس کیا؟

عورت: جس طرح سپاہیوں نے قصر زریں میں پھنسانے کے لئے دانے بکھیرے تھے وہی دام فریب آپ بھی پھیلا رہے ہیں۔

ولیعھد: یہ دام فریب نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے۔

عورت: مجھ جیسی ناقص العقل حقیقت و معرفت کیا جانے

ولیعھد: سوچو، غور کرو۔ اگر اس وقت کوئی جواب نہیں بن پڑتا تو ایک ہفتہ کی مہلت اور دیتا ہوں۔

عورت: ایک ہفتہ تو کیا ایک مہینہ کے بعد بھی میرا وہی جواب ہوگا، جو آج ہے؛

جھڑکی سہی ادا سہی چیں بجبیں سہی
سب کچھ سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی

عورت: نہیں میں آپ کے قابل نہیں۔

ولیعھد: آخر اس انکار کا مطلب؟ کیا میرے ولیعہد خلافت کے ہونے میں شبہ ہے یا صاحب دولت و اقبال ہونے میں شک ہے۔

عورت: نہ مجھے شک و شبہ کی ضرورت ہے اور نہ یقین کرنے سے مطلب، میں تو صاف کہہ رہی ہوں کہ میں ایک مصیبت زدہ اور پریشان حال ہوں۔ خدا کے واسطے آپ میرے زخم کو تازہ نہ کیجیے۔

ولیعھد: تمہیں معلوم ہے اس انکار کا نتیجہ کیا ہوگا؟

عورت: وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

ولیعھد: غور کرو، ہوش سنبھالو "دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر" پریشانی کا باعث ہوگا۔

عورت: مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہوگئیں۔
میں عورت ہوں، ضعیف و ناتواں مگر ہر مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لئے کمربستہ ہوں۔

ولیعھد: (جاتے ہوئے) تم کو پھر ایک آخری موقع دیا جاتا ہے۔ اپنے انجام کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسا فیصلہ کرو کہ تباہی و بربادی کا باعث نہ ہو

(۲)

خلیفۃ المسلمین کا دربار آراستہ ہے۔ عابدین بھی ہیں، عالمین بھی، معززین شہر بھی ہیں۔ اور صاحبانِ خدم و حشم بھی اور سامان زیب و زینت بھی۔ ولیعہد بھی ہے امیر المومنین بھی، دربان نے حاضر ہو کر سلام کے بعد عرض کیا۔ ایک برقعہ پوش عورت داد خواہی کے لئے اجازت چاہتی ہے۔

خلیفہ: آنے دو۔ (عورت حاضر ہو کر تسلیم بجا لاتی ہے)

خلیفہ: اے آمدنت باعث آبادئ ما۔ کیسے آنا ہوا

عورت: امیر المومنین! میں پوچھنے آئی ہوں کہ یہ رات ہے یا دن۔ کیونکہ ظلمت و تاریکی کے پردے میں جو گناہ ہوا کرتے ہیں وہ پوشیدہ رہ سکتے ہیں اگر یہ دن ہے تو پھر دن دہاڑے آپکی خلافت میں ظلم و تعدی اور دل آزاری کو کیوں فروغ دیا جاتا ہے

آج حضور اس تخت جواہر نگار پر جلوہ فرما ہیں حکومت ہے عزت ہے سطوت ہے، سب کچھ ہے۔ اگر آپ نے میری فریاد نہ سنی تو اس روز کا بھی خیال کیجئے کہ جس روز نہ تخت و تاج ہوگا اور نہ جاہ و حشم، نہ اہل و عیال کام آئیں گے اور نہ خویش و اقارب "

خلیفہ: اے فرشتۂ غیب! خدا کے لئے مجھے آگاہ فرما کہ مجھ سے یا کسی اور سے کیا ظلم و زیادتی عمل میں آئی ہے۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں مگر کسی کی دل آزاری و حق تلفی کا متحمل نہیں ہو سکتا، بتا بتا، جلد بتا۔

عورت: مجھے بتانے میں کوئی تامل نہیں مگر وعدہ فرمائیے کہ میری داد رسی کی جائے گی۔

خلیفہ: قسم ہے اس ذات والا صفات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تیرے معاملہ میں کوئی بے انصافی نہ ہوگی، اور وہی عمل کروں گا جس میں اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی ہو۔

عورت: سبحان اللہ بے شک، ایسی ہی مبارک ہستیاں نائب رسول اللہ کہلانے کی مستحق ہیں مگر میرے معاملہ میں آپ کا یا آپ کے عزیز کا قصور ہو تو کیا ہوگا۔

خلیفہ: وہی ہوگا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اگر خلاف شرع مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو مجھے اس میں بھی کوئی عذر نہیں۔

عورت: زندہ باد! یا امیر المومنین زندہ باد!! حقیقت یہ ہے کہ زخم خوردہ دل پر ذرا سی ٹھیس بھی ضخت تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے۔ میں ایک دکھیاری، غم زدہ اور آفت نصیب ہوں اس لئے فریاد کی جرأت ہوئی۔

خلیفہ: اے نیک بخت، امر واقعہ صاف صاف بیان کر اور بتا کہ تو کس خاندان کی چشم و چراغ ہے اور کس نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟

عورت: امیر المومنین میں تباہ شدہ برمکی خاندان کی ایک آخری یادگار ہوں یا بالفاظ دیگر ایک ٹمٹماتی ہوئی شمع ہوں لیکن اس کو بھی باد صرصر کے تند و تیز جھونکے بجھانے پر تلے ہیں۔

خلیفہ: وہ باد صرصر کون ظالم ہے؟

عورت: اگر نام بتاؤں تو حضور کو رنج ہوگا۔

خلیفہ: خدا جانتا ہے کہ مطلق رنج نہ ہوگا۔

عورت: شہزادہ عباس!

خلیفہ: عباس ـــ ولیعہد ـــ ظالم؟ خدایا میں کیا سن رہا ہوں۔ (ولیعہد سے مخاطب ہو کر) عباس ادھر آؤ، ظالم کو حق نہیں کہ بارگاہ خلافت میں عزت پا سکے۔ بتاؤ کیا یہ عورت کی شکایت صحیح ہے۔

عباس: امیر المومنین مجھ سے اسی قدر غلطی ہوئی کہ میں نے اس کو پیام نکاح دیا تھا۔

عورت: ہاں صرف پیام نکاح دیا گیا یا منظور نہ کرنے پر تباہ و تاراج کرنے کی بھی دھمکیاں دی گئی تھیں، امیر المومنین! کیا کنواری لڑکیوں کو پیام دینے کا یہی دستور ہوا کرتا ہے کہ بالمقابل کھڑے ہو کر، ہاں کہنے پر مجبور کیا جائے ورنہ تباہی کے تلخ انجام سے ڈرایا جائے۔

خلیفہ: عباس تم کیا کہتے ہو۔

عباس: امیر المومنین بےشک مجھ سے غلطی ہوئی اور

میں بکمال ندامت اس کی معافی چاہتا ہوں۔

خلیفہ: اے نیک سیرت! جس دل آزادی کے واقعہ سے عباس عذر خواہ ہے مجھے اُمید ہے کہ تم اپنی نیک نہادی سے معاف کر دو گی بیشک اس کی غلطی سے مجھے بھی ندامت ہے عباس سے جو قصور سرزد ہوا ہے اس کی پاداش میں اس کا رہائشی مکان معہ ساز و سامان اس سے لے کر تمہارے قبضہ میں دیا جاتا ہے تم ہمیشہ کے لئے اس کی مالک رہو گی۔ اور تمہارے خاندانی اعزاز پر نظر کر کے تم کو اپنی بیٹی کی طرح پرورش کروں گا۔ اور کسی وقت تمہاری خبر گیری میں غفلت سے ہرگز نہ کروں گا۔

عورت:- جزاک اللہ یا امیر المومنین! اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے عدل و احسان کا جو حکم فرمایا ہے نیک بندے اس کی یونہی تعمیل کرتے ہیں جس الم نصیب کو حضور جیسا نیکدل، فرشتہ خصائل باپ ملے وہ اپنی قسمت پر جس قدر ناز کرے بجا ہے۔ میں شہزادے صاحب کا قصور تہہ دل سے معاف کرتی ہوں (ماخوذ)

---

(۳) خانصاحب: فرماتے ہیں ؎

وہ چندہ جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اغنیا سے

شیخ ملکی: اچھا ایسی کہیے گا۔ اچھا خانصاحب اب شعر خوانی بند۔ اب ذرا لوٹا منگوا دیجئے مجھے رفع حاجت کرنا ہے

خانصاحب: بس جناب ایک ہی شعر میں جلاب ہو گیا۔

قیل و قال

باپ [۲۴]: دیکھو بیٹی جو کچھ مانگنا ہو خدا سے مانگے، نمک کی کنکری مانگنی ہو تو وہ بھی خدا ہی سے مانگے۔

رشیدہ: مگر آپا جان اس دفعہ کھانا کھاتے وقت آپ ہری مرچ تو اماں جان سے مانگ رہے تھے، کیا نمک اللہ میاں دیتے ہیں اور مرچ اماں جان؟

مولوی تلبیسی: (ایک دیہاتی سے) کہو میاں جمن! اب تو تمہیں یقین ہو گیا ہو گا کہ جن کو تم وہابی وہابی کہتے ہو۔ وہ ہی حق پر ہیں دیکھو آج پورا گاؤں کا گاؤں ہماری جماعت میں، شامل ہو گیا۔ اور ہمارا کلمہ پڑھ رہا ہے۔

جمن: ہمکا یکین وکین کچھ نہیں ہوا، ہمرا تو یقین ایہہ بات پر ہے بکری چاہے ایک ہو مگر وہ حلال ہے اور بد جانور (یعنی سور) چاہے لاکھن ہوں وہ حرام ہی رہئیں؛ زیادہ ہو جانے کی وجہ سے حلال تھوڑے ہو جہئیں

شیخ ملکی: خان صاحب ایک شعر دادا میاں کا یاد آیا سنیئے

خانصاحب: ہاں ہاں سنائیے۔

شیخ ملکی: ملاحظہ ہو، دادا میاں کہتے ہیں ؎

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

خانصاحب: واہ! واہ!! واہی واہ، کیا کہنے ہیں اسی کے جوڑ کا ایک شعر مجھے بھی یاد آیا کہیئے تو پیش کروں

شیخ ملکی: ہاں، ہاں، ضرور، ضرور (۳)

تحفۃ المرغوب ترجمہ ضیاء القلوب

الشیخ علامہ الشاہ محمد عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

گذشتہ سے پیوستہ

سلسلہ کیلئے دیکھئے ماہ جون شمارہ ۱۰

حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے جب مدینہ منوّرہ میں نزولِ اجلال بفرمایا تو اس کا نام حرم رسول اللہ ہوا، مسلم شریف کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مدینہ حرم ہے۔

طبرانی کی حدیث میں آیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا حرم مکّہ مکرمہ ہے اور میرا حرم مدینہ معظمہ ہے، مدینہ منوّرہ سراپا نور کے حرم کی حد کے تعین اور اس کے احکام کے اثبات میں علماء کا، اختلاف ہے۔ جو اپنے محل میں مذکور و مسطور ہے۔ یہاں بھی انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑا بہت اس سے مذکور و مزبور ہوگا۔

اس کے اسماءِ شریفہ سے ایک اسم حسنہ بھی ہے۔ جس کے معنیٰ نیک اور بہت خوب اور عمدہ کے ہیں۔ اس نام کے ساتھ نامزد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شہر خوبصورت باغوں، باغیچوں چشموں، کنوؤں، بلند قامت پہاڑوں اور خوشگوار وسیع فضائیں شامل ہے۔ جس سے شہر میں زیبائی و رعنائی اور حسن و خوبی کی دلکش تصویر پیدا ہو گئی ہے۔ خوبی کی ان ظاہری اشیاء کے علاوہ دراصل اس کی معنوی خوبی یہ ہے کہ یہ شہر حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو پروردگارِ عالم کے شاہد و مشہود اور ابرار و اخیار کے مقصود و مقصود ہیں۔ حیات و ممات میں مسکن ہے اور اس میں آپ کے اصحاب اور آل اور اتباع جو تمام کرامتوں اور برکتوں کے معدن اور منبع ہیں، آرام فرما ہیں۔

ع ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی،

خدا کی قسم جب تک تو اس شراب کو چکھتا نہیں، تو اس کا مزہ نہیں پہچان سکتا،

ے

ومن مذہبی حب الدیار لاہلہا
والناس فیما یعشقون مذاہبا

شہروں سے ان کے رہنے والوں کے سبب سے محبت کرنی میرا مذہب ہے۔ اور لوگوں کے واسطے جن چیزوں میں ان کو عشق ہوتا ہے، کئی راستے ہیں۔

اس شہر سے جو اہل اسلام کو اعتقاد اور محبت صادقہ ہے اس سے قطع نظر کر کے کبھی دیکھیں تو لذّتِ باطن اور حضورِ قلب کے لئے وہ حسن و زیبائی بھی موجود ہے جس کو چشم سر سے پایا جا سکتا ہے۔ اور عالم دنیا کے تمام شہر اس حسن و زیبائی سے محروم اور خالی ہیں۔ جو اس میں پائی جاتی ہے۔ مگر وہ چند شہر مثل دہلی وغیرہ کے جن میں اس درگاہ کے بعض خادم اور اس راہ کے بعض خاکسار رونق افروز ہیں ے

ہر کجا نوریست تاباں باکمال
اصل آں از آفتاب ایں جمال

جہاں کہیں باکمال نور چمکتا ہے اس کی اصل اس جمال کے آفتاب سے ہے اور اس کا نام پاک خیرۃ بھی ہے خواہ تشدید کیساتھ پڑھیں یا تخفیف کے ساتھ اس لئے کہ یہ شہر تمام خیرات و حسنات کا جامع اور تمام نیکیوں اور خوبیوں کا معدن ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے،

المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون یعنی ان کے لئے مدینہ بہتر ہے اگر وہ جانتے

رپورٹ تعمیر جماعت منزل

مدینہ منورہ - ماہ ستمبر ۱۹۶۱ء

پچھلی رپورٹوں میں بیان کیا گیا ہے کہ چار دوکانوں پر چار حجرے بالا خانوں میں ہوں گے۔ مگر صرف ۲ دو بڑے حجرے بنائے ہیں۔ دوکانوں کی زمین اس طرح مخمس ہے۔

مشرق

مغرب

نیچے چار دوکان ہیں اور اوپر مغربی جانب جگہ کی تنگی سے جہاں دروازے جانب مغرب جدھر برآمدہ ہے چار کی گنجائش نہ رہی تو اوپر صرف دو حجرے اس شکل کے بنتے ہیں اور دونوں حجروں کے درمیان دروازہ رکھا ہے
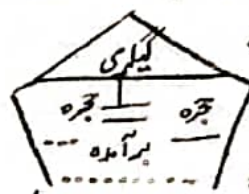
گیلری
حجرہ
حجرہ
برآمدہ

بڑے کنبہ والوں کو یہ حجرے مفید ہوں گے۔ اور کبھی مجلس میلاد وغیرہ بھی کرانا ہو تو درمیانی دروازہ کھولنے سے ایک طویل سا کمرہ یعنی ہال بن جائے گا۔ بالا خانوں پر ۲ دو حجروں کی کمی کی تلافی کے لئے رباط کے صحن میں مابین شمال جنوب لوہے اور سیمنٹ کے پِلّر یعنی شہتیر لگا کر دو حجرے تیار کئے ہیں۔ ان حجروں کی دیواریں بھی اس ماہ میں اٹھ گئی ہیں۔ اور ان پر چھت ڈالنا باقی۔ اس کے علاوہ رباط کے شمالی صف کے دو کمروں پر اس ماہ میں سیمنٹ و لوہے کی چھت ڈال دی گئی ہے۔

مدینہ منورہ کے بعض کوچوں میں دو مکانوں کے مابین نیچے راستہ چھوڑ کر مثل پل اوپر حجرے بنانے کی قدیم ترین سنت چلی آرہی ہے۔ ایسے حجروں کو یہاں سقیفہ کہتے ہیں۔ لیکن آج تک کسی مکان یا رباط کے صحن میں ایسے سقیفے کسی نے نہیں بنائے، اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رباط میں ہم نے شہر کی اس سنت کو جاری کیا ہے۔ (بخشی مصطفےٰ علی خاں مہاجر مدنی، نقشبندی)

قصور میں ۔ مورخہ ۱۲ - ۱۳ نومبر بروز جمعرات و جمعہ غوث زماں حضرت مولانا غلام محی الدین دائم الحضوری قصوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا عرس مبارک رئیس الاصفیا زبدۃ الاذکیا سید شبیر احمد شاہ صاحب مدظلہم العالی سجادہ نشین کی زیر صدارت بڑے تزک واحتشام سے منایا گیا۔

جن میں ہزاروں عقیدت مندوں کا مجمع تھا۔ اور لنگر کا انتظام وسیع پیمانے پر تھا۔ گوشت روٹی اور زردہ پلاؤ سے زائرین کی مہمان نوازی کی گئی تھی۔

....

خوش الحان نعت خوانوں نے نغمات نعت سے حاضرین کو محظوظ کیا اور علماء عظام نے فضائل اولیاء پر تقاریر فرمائیں جن سے حاضرین کے ایمان تازہ اور قلوب تابندہ ہو گئے، بالخصوص حافظ مطلوب الرسول مسند آرائے لنگر شریف نے جو تقریر فرمائی بڑی مدلل اور جامع و مانع تھی گویا کہ زبان سے روحانیت کے موتی جھڑ رہے تھے مولانا عبدالعزیز صاحب مرتضائی خطیب جامع مسجد کوٹ غلام محمد خاں نے سلسلۂ نقشبندیہ کے اکابر اور مشاہیر اولیاء کی عظمت شان کو اس اسلوب سے بیان کیا کہ سارا پنڈال حضرات نقشبندیہ زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا، مولانا سید علی احمد شاہ صاحب ممدوح الصدر کے برادر اصغر نے مسئلہ استمداد پر نہایت مؤثر اور دلکش وعظ فرمایا۔ پھر یہ روحانی اجلاس سلام و قیام اور دعائے ایصال ثواب پر برخاست ہوا ؎

فاتحہ خلف الامام

مدیر

ابتداء اسلام میں مقتدی امام کے پیچھے قرأۃ پڑھتا تھا۔ جیسا کہ سورۃ مزمل کی اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے۔ فاقرؤا ما تیسر من القرآن۔ جو چیز تمہیں قرآن سے آسان ہو وہ پڑھو، قرأۃ کا لفظ سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ دیگر سورۃ کو بھی شامل ہے۔ دستور یہی تھا کہ مقتدی سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری سورۃ ملا کر پڑھے۔ کچھ مدۃ تک یہی قاعدہ رہا اور صحابہ میں اس کا عام شیوع ہوگیا۔ پھر مکہ میں ہی سورۃ اعراف میں امام کے پیچھے عدم قرأۃ کا حکم اس آیۃ میں نازل ہوا۔ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے سنو اور خاموش ہو جاؤ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت کے عام حکم سے امام کے پیچھے قرأۃ پڑھنے کا حکم منسوخ ہوگیا۔ اور امام اور منفرد کے حق میں باقی رہا۔

مولانا مولوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ امام الکلام میں لکھتے ہیں، عبداللہ بن مغفل سے پوچھا گیا اکل من سمع القرآن وجب علیہ الاستماع کیا ہر ایک شخص پر جو قرآن کو سنے۔ اس پر سننا واجب ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ انما نزلت ھذہ الایۃ فاستمعوا لہ وانصتوا فی قرأۃ الامام اذا قرأ الامام فاستمع لہ وانصت، یہ آیت تو صرف قرأۃ امام میں نازل ہوئی ہے جب امام پڑھے تو تو اس کو سن اور خاموش رہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس کا نزول خصوصاً امام کی قرأۃ میں ہے، یعنی امام کی قرأت کے وقت خواہ سراً ہو یا جہراً ہو، مقتدی کو اس کی قرأت سننی چاہیئے اور خاموش رہنا چاہیئے۔

ابن مسعود سے روایت ہے کہ اس نے اپنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو اس نے لوگوں کی قراۃ کو جو اس کے پیچھے پڑھتے تھے سنا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو تنبیہ کی، مالکم ان لا تفھموا و تعقلوا اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم کیوں تدبر و تفکر نہیں کرتے۔ ایسے وقت تم پر لازم ہے کہ تم قرآن کو سنو۔

جن لوگوں نے اس آیت کے نزول کو خطبہ جمعہ میں قرار دیا ہے اور اس کے حکم کو خطبہ جمعہ ہی کے ساتھ مقصور رکھا ہے ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ جمعہ تو مکہ میں فرض ہی نہیں تھا۔ اور جب فرض نہیں تھا۔ تو ظاہر ہے کہ خطبہ بھی نہیں تھا۔ اگر علی سبیل التنزل اس کو تسلیم ہی کر لیا جائے تو خصوص مورد کا اعتبار نہیں ہوتا، عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا حکم قرأۃ امام در خطبہ دونوں کو شامل ہوگا۔ اور اس سے صرف خطبہ مراد لینا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

اس آیۃ سے صراحتہً ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو فاتحہ اور سورۃ پڑھنی جائز نہیں ہے۔

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں اگرچہ اس آیت سے سری نمازوں میں بھی ترک قرأۃ کا حکم ثابت ہوتا ہے لیکن خاص کر جہری نماز کے لئے تو وہ نص قاطع ہے۔ جس کی تاویل نہیں، تعجب ہے کہ شافعیہ نے ایسے صاف اور صریح آیت کے مقابلہ میں حدیثوں سے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ حدیثیں جو اس

باب میں وارد ہیں۔ خود متعارض ہیں۔ جس درجہ کی وجوب قرأۃ
کی حدیثیں موجود ہیں۔ اسی درجہ کی ترک قرأۃ کی بھی ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی سبیل الرشاد میں لکھتے ہیں

" پس حاصل یہ ہے کہ قرأۃ مقتدی کی مطلقاً مکہ میں قبل ہجرت منسوخ ہو چکی تھی۔ اور عبداللہ ابن مسعودؓ فقیہہ قدیم اور دیگر صحابہ حاضرین کو نسخ محقق ہو چکا تھا۔ بیشک کہ ہر وقت حاضر باش تھے اور علی ہذا دیگر اصحاب حاضرین مکہ کو معلوم تھا کہ اول قرأۃ مقتدی فرض تھی اس آیت سے ممنوع ہو گئی اور مدینہ طیبہ میں بھی حکم پہنچ گیا تھا۔ گویا ایک کلیہ دین کا مقرر ہو گیا تھا کہ مقتدی کچھ نہ پڑھے حسب حکم آیت کے اور آیت فاقرؤا ما تیسر چونکہ اس سے پہلے نازل ہوئی تھی بحق مقتدی منسوخ ہو گئی تھی۔ اور امام و منفرد کے حق میں ویسے ہی قطعی اس کا حکم باقی تھا کیونکہ منسوخ البعض قطعی ہی رہتی ہے۔ خلاف مخصوص البعض کے چنانچہ اس قاعدہ کو سب اہل علم جانتے ہیں۔

مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ تعالے علیہ اپنے فتاوی جلد اول کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۳۲۷ و ۳۲۸ میں لکھتے ہیں اور آیت اذا قرء القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو۔ منع قرأت مقتدی پر دلالت کرتی ہے صلوٰۃ جہریہ میں اور اسی طرح سریہ میں بھی۔

کفایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ اسی جلیل القدر صحابہ نے روایت کیا ہے کہ امام کے پیچھے قرأۃ پڑھنی منع ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور عبادلتہ بھی انہیں میں سے ہیں۔ اہل حدیث نے ان کے اسماء کو ذکر کیا ہے۔

بعض مشائخ نے سری نماز میں مقتدی کی قرأت کو جائز رکھا ہے شیخین رحمۃ اللہ علیہما مکروہ جانتے ہیں شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مفسد صلوٰۃ کہا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا ہے

من قرا خلف الامام فملأ فی فیہ جمرۃ جو کوئی امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں انگارہ بھر جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں :۔ فقد اخطأ الفطرۃ۔ پس اس نے فطرۃ سے خطا کی۔

سعد ابن وقاص اور زید ابن ثابت رضوان اللہ اجمعین سے روایت ہے: من قرا خلف الامام لاصلوٰۃ، جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے' وہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کیواسطے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی فرض ہے اور ہمارے زمانہ میں وہابیہ غیر مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ کا پڑھنا بھی فرض کہتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اور ان کے مقلدین اور غیر مقلدین کے دلائل یہ ہیں :۔

(۱) فاقرؤا ما تیسر من القرآن' اس سے بالعموم قرأۃ کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اس کا جواب ہم دے آئے ہیں کہ ابتداء اسلام میں اس حکم پر عمل تھا۔ پھر یہ حکم آیۃ اذا قرئ القرآن الخ سے منسوخ ہو گیا

(۲) حدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب' یعنی نماز نہیں ہوتی مگر فاتحۃ الکتاب کے ساتھ۔

(۳) قرأت نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اس کے ادا کرنے میں مقتدی اور امام دونوں شریک ہیں۔

حدیث: لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کا جواب تو یہ ہے کہ اس کے قبل یہ الفاظ ہیں صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ القرأۃ فلما انصرف قال انی اراکم تقرؤن ایک روایت میں ہل تقرؤن' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی آپ پر قرأت بھاری ہوئی۔ جب آپ نماز سے لوٹے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے امام کے پیچھے

پڑھتے ہو، یا "شاید تم پڑھتے ہو" یا، کیا تم پڑھتے ہو، تو سب نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے فرمایا، لا تفعلوا الا الفاتحۃ الکتاب فلا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب، تم نہ کرو مگر فاتحۃ الکتاب، اس لئے کہ نماز نہیں ہوتی مگر فاتحۃ الکتاب کے ساتھ۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ پڑھنے والے آپکی اجازت کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے، ورنہ آپکو دریافت کرنے کی ضرورت نہ پڑتی جب مقتدیوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے لا تفعلو کے ساتھ ان کو روک دیا کہ تم ایسا نہ کرو، یعنی امام کے پیچھے قرأۃ نہ پڑھا کرو۔ مگر سورۃ فاتحہ، اور یہ حدیث ہے بھی ہجرت سے پہلے کی کیونکہ مدینہ میں قرأۃ مقتدی کا مطلقاً نسخ سب صحابہ کو معلوم ہو چکا تھا کیونکہ وہاں شدت سے لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے واسطے مسجد میں آتے تھے۔ اور یہ بعید از قیاس ہے کہ آپ کو لوگوں کا امام کے پیچھے پڑھنے کا حال معلوم نہ ہو۔ کیونکہ جب ساری جماعت جس میں شدت سے نمازی شریک ہوں اور پنجگانہ جماعتیں ہوتی ہوں تو قرأۃ کی آواز امام سن سکتا ہے اس لئے یہی کہا جائیگا کہ مکہ میں بعض صحابہ کو قرأۃ مقتدی کا نسخ معلوم نہیں ہوا تھا۔ وہ بقاعدہ سابقہ آپ کے پیچھے قرأۃ پڑھتے تھے۔ جب آپ کو ان کا رویہ معلوم ہوا تو آپ نے ان کو روک دیا۔ اور صرف فاتحۃ الکتاب کا حکم دیا۔ اور یہ حکم بھی اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ اس کو امام کے سکتات کے اندر پڑھیں ورنہ لازم آئے گا کہ آپ نے نص قطعی کے خلاف ان کو حکم دیا ہے اور یہ ناممکن ہے۔ عبادۃ ابن صامت کی حدیث میں مجوزین قرأۃ نے استدلال کیا ہے اور امام کے پیچھے قرأۃ یا سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہو گئے ہیں۔ اور ان کا یہ استدلال جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے، درست نہیں ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز کی نفی مراد نہیں، بلکہ کمال کی نفی مراد ہے، یعنی سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی اور سورۃ فاتحہ کا پڑھنا دو طرح پر ہے۔ منفرد ہونے کی صورت میں بنفسہ اور مقتدی ہونے کی صورت میں بامامہ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، من کان لہٗ امام فقرأۃ الامام لہٗ قرأۃ جس شخص کا امام ہو تو اس کے امام کی قرأۃ ہی اس کی قرأۃ ہے، اس جگہ ایک لطیفہ یاد آ گیا وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ سورۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل، حضرت سیدنا امامنا الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دس بارہ آدمی اکٹھے ہو کر اسی مسئلہ میں بحث کرنے کے لئے آئے، آپ نے فرمایا میں تنہا کس کس سے بحث کروں گا، تم اپنے میں سے ایک اچھے آدمی کو بحث کرنے کے لئے منتخب کر لو، کہ تم سب کی طرف سے وہ میرے ساتھ بحث کرے گا۔ اور اس کی فتح و شکست تمہاری فتح و شکست ہوگی۔ سب نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ اور لکھ کر اپنی دستخطیں کر دیں۔ آپ نے فرمایا، چلو میرا مدعا ثابت ہو گیا۔ بحث ختم ہو گئی۔ جب تم اپنے چنے ہوئے آدمی کو بحث کے اندر اپنا امام قرار دیتے ہو، اور اس کی بات کو اپنی بات سمجھتے ہو اور اس کے ساتھ ساتھ خود بولنا معیوب و مذموم جانتے ہو، تو نماز کے اندر امام کی قرأۃ کو تم اپنی قرأت تصور کرتے ہوئے سکوت کیوں اختیار نہیں کرتے، سب حیران ہو کر آپ کا منہ تکتے رہ گئے، اور شرمندہ ہو کر چلے گئے۔

تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ سورۃ فاتحہ نماز کا رکن ہے کیونکہ اگر مقتدی کو سورۃ فاتحہ کے پڑھنے سے رکعت کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو اس کی نماز شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی بالاتفاق بلا قرأت جائز ہے اسی طرح مسبوق امام کیساتھ رکوع میں شامل ہو کر پا لیتا ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کی قرأت

کے بغیر اس کی نماز درست ہو جاتی ہے۔ اس وقت کوئی وہابی لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب نہیں کہتا بلکہ امام ہی کی پڑھی ہوئی لے لی جاتی ہے۔ اگر سورۃ فاتحہ رکن ہو تو ان دونوں صورتوں میں نماز جائز نہ ہوتی۔

اگر ہم مان لیں کہ سورۃ فاتحہ نماز کا رکن ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ مقتدی اور امام کے درمیان مشترک ہے، امام کا حق پڑھنا اور مقتدی کا حق سننا اور خاموش رہنا ہے اور ایسی نماز میں جس میں اونچی قرأت نہیں ہوتی اور سننا ممکن نہیں وہاں خاموش رہنے کا حکم ہے۔ تاکہ فی الجملہ نص قرآنیہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا پر عمل ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

سانحۂ ارتحال

نہایت رنج و غم سے یہ خبر وحشت اثر درج رسالہ کی جاتی ہے کہ ہمارے مربی حضرت سراج الملت مولانا الحاج پیر سید حافظ محمد حسین شاہ صاحب سجادہ نشین اوّل آستانۂ عالیہ نقشبندیہ علی پوری نے عرصۂ دراز تک صاحب فراش رہنے کے بعد ۱۶۔ اکتوبر بروز پیر ساڑھے پانچ بجے شام اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپکی ہستی جامع اوصاف حسنہ اور صاحب ولایت تھی حضرت قبلۂ عالم امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولد اکبر اور خلیفۂ اوّل تھے۔ بڑے خلیق اور متحمل مزاج، بلند ہمت اور عالی حوصلہ، جید اور مستند متبحر عالم و فاضل، مہمان نواز، شب بیدار، عابد و زاہد اور مرتاض اور قرآن پاک کے حافظ تھے دعا ہے اللہ کریم آپ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ کے مراتب کو بلند کرے۔

•

حاجی خوشی محمد صاحب خلیفۂ مجاز مقیم ملتان کی والدہ ماجدہ جو حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ کی غلام تھیں اور پابند صوم و صلوٰۃ تھیں۔ بقضائے الٰہی ۸۔ اکتوبر بروز اتوار فوت ہوگئیں دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت میں جگہ دے (آمین)۔

ادارہ انوار الصوفیہ جناب حاجی صاحب کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

•

ماہ ستمبر میں ہمارے پرانے یار طریقت جناب شیراز خاں صاحب سکنہ گڑھی کوہاٹ جو حضرت صاحب قبلۂ عالم کے مخلص غلام اور پابند صوم و صلوٰۃ اور شب بیدار تھے (۴) فوت ہوگئے، دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

•

جناب قاضی ابوالنور محمد فاضل صاحب سکنہ کوہاٹ کے صاحبزادے جو پشاور میں اخبار نویس تھے پھر کسی وجہ سے کام چھوڑ کر لاہور چلے گئے کہ وہاں کام کریں لیکن وہاں کام نہ ملا، ۱۶۔ اگست کو بیمار ہو کر اپنے گاؤں واپس آگئے، ۱۱ ستمبر کو بقضائے الٰہی اٹھائیس سال کی عمر میں بوڑھے والدین داغ مفارقت دے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جملہ یاران طریقت قارئین رسالہ سے استدعا ہے کہ ان مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ ادارہ انوار الصوفیہ مرحومین کے لواحقین، بالخصوص قاضی محمد فاضل صاحب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

• جناب سلطان محمد خان صاحب سکنہ منگل خیل جو حضرت قبلۂ عالم کے مخلص غلام تھے وہ بھی اسی ماہ فوت ہوگئے ہیں۔

اطلاعات

۷-۸ اکتوبر بروز ہفتہ، اتوار موضع اقبال نگر ضلع منٹگمری میں انجمن خدام الصوفیہ اقبال نگر کے زیر اہتمام جس کے ناظم حضرت مولانا حاجی خوشی محمد صاحب خلیفۂ ارشاد ہیں۔ مولانا الحاج رئیس المتکلمین حافظ قاری، پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کی صدارت میں حضرت امیر ملت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سالانہ عرس شریف کی تقریب میں دو روز جلسہ منعقد ہوا، ہر روز کے اجلاس میں تین نشستیں ہوتی رہیں، ایک صبح ۸ بجے سے لے کر ایک بجے تک، دوسری نشست ۲ بجے سے لیکر مغرب تک، تیسری نشست سات بجے شام سے لیکر ۲ بجے رات تک، جلسہ ھذا میں اکناف و اطراف سے متعدد مقررین نے شمولیت فرما کر مواعظ حسنہ سے لوگوں کو سرشار کیا۔ دوسرے دن کے آخری اجلاس میں اس حقیر گوہر نے فضائل اولیاء پر تقریر کی مجھ سے پہلے جناب مولانا حافظ احمد نواز صاحب جھنگوی نے اتباع رسول کے موضوع پر نہایت جامع تقریر فرمائی۔ میرے بعد رئیس المتکلمین مولانا الحاج پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب نے حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت طیبہ کو نہایت اچھی طرح بیان فرمایا جس سے حاضرین نہایت محظوظ و مسرور ہوئے۔ بعد ازاں ۲ بجے شب کو سلام و دعا پہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

●

چک ۱۷ ضلع منٹگمری میں ۹- اکتوبر کو عشا کی نماز کے بعد مولانا الحاج پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا۔ حقیر گوہر اور مولانا احمد نواز صاحب جھنگوی نے وعظ فرمایا اور جناب کرم الٰہی صاحب نعت خواں نے جو جھنگ صدر کے رہنے والے ہیں۔ نہایت خوش اسلوبی سے نعت خوانی کی۔

●

چک ۹۳ ۱۲- ایل میں ۱۰- اکتوبر منگل کو عشاء کی نماز کے بعد مولانا الحاج پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کی صدارت میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ اطراف و اکناف کے لوگوں اور یارانِ طریقت نے بکثرت شمولیت کی، قرآن شریف کی تلاوت کے بعد متعدد نعت خوانوں نے نعتیں پڑھیں اور پھر مولانا حافظ احمد نواز نے فضائل صحابہ پر مؤثر تقریر فرمائی بعد ازاں اس حقیر نے بھی حُبِ رسول پر جامع اور مدلل تقریر کی پھر جناب کرم الٰہی صاحب نعت خواں نے نعت شریف پڑھی۔ بعد ازاں جناب ممدوح الصدر نے رد روافض پر مبسوط اور مدلل تقریر کی اس لئے کہ اس علاقہ میں رافضی بہت ہیں اور اس جلسہ میں بھی آپ کا وعظ سننے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ رات کے ۲ بجے جلسہ سلام و دعا پر برخاست ہوا۔

●

چک ۱۲۷ ۱۵- ایل میں ۱۱- اکتوبر کو بروز بدھ بعد نماز عشاء

وہاں کی انجمن خدام الصوفیہ کے اہتمام سے جس کے ناظم ایک فوجی پنشنر آفیسر جناب ممتاز علی خاں صاحب ہیں۔ ایک شاندار جلسہ ہُوا جس میں تلاوتِ قرآن کے بعد جناب کرم الٰہی صاحب جھنگوی نے نعت شریف پڑھی اور جناب حافظ مولانا احمد نواز صاحب جھنگوی نے اتباعِ رسُول پر عمدہ وعظ فرمایا پھر اس ناچیز گوہر نے نماز کی اہمیت پر ایک مؤثر تقریر کی، بعد ازاں حضور مولانا الحاج پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب نے انجمن خدام الصوفیہ کی غرض وغایت اور اس کی علمی جد وجہد کو نہایت اچھے انداز سے بیان فرمایا، بعد ازاں آپ نے دعائے خیر کی اور جلسہ رات کے تقریباً ۱۲ بجے ختم ہُوا

●

چک ۵ ۱۱۔ اکتوبر بروز جمعرات عشاء کی نماز کے بعد زیر صدارت حضرت مولانا الحاج پیر حافظ سید بشیر حسین شاہ صاحب جلسہ ہُوا جلسہ کا سٹیج بڑا خوبصورت باہر چوک میں بنایا گیا تھا، حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ لاؤڈ سپیکر نصب تھا۔ اس چک میں اہلِ حدیث مکتبۂ فکر کے لوگوں کی کثرت ہے اس لئے قرآن شریف کی تلاوت کے بعد تقاریر نے وہ رنگ اختیار کیا جس میں ان کی اصلاح اور ان کے اعتراضات کا جواب ہو، چنانچہ جناب مولانا حافظ احمد نواز صاحب جھنگوی نے اتباعِ رسُول کے ضمن میں ان کا رد فرمایا اور آپ کے بعد گوہر نے توحید کے موضوع پر تقریر کی اور اس ضمن میں ان کے اعتراضات کا جواب دیا پھر جناب کرم الٰہی صاحب نے ایک نعت شریف پڑھی اور جناب صدر صاحب نے کرسی پر بیٹھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلادِ پاک کے موضوع کو شروع کر کے نہایت جوشیلے انداز میں میلاد کو بدعت کہنے والوں کا رد فرمایا۔ حاضرین عش عش کر اٹھے۔ پھر جناب مولانا الحاج خوشی محمد صاحب اقبال نگری نے حضرت امیرِ ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین کرامتیں بیان کیں، حاضرین نہایت محظوظ و مسرور ہوئے

تقریباً ۲ بجے رات کے یہ جلسہ سلام و دُعا پر برخاست ہُوا

●

کوھاٹ میں ہر جمعہ کو بعد از نماز جمعہ بابو غلام محمد صاحب کے مکان پر، ہر جمعرات کو بعد از نماز عصر حاجی پیر سید شاہ صاحب بنوری، گڑھی بنوریاں کے مکان پر حلقہ ذکر ہوتا ہے۔

لاھور میں ہر جمعہ کو بعد از نماز عشاء مولانا حاجی غلام جیلانی کے مکان واقع راوی روڈ بیرون ٹکسالی گیٹ حلقۂ ذکر ہوتا ہے۔

نعت شریف بزبانِ مُلتانی

احمد عربی دونت تیاری تھیندی ایہم
دلیساں ملک عرب سجے میں جیندی رہیم
سیّد خیر البشر، رُخ روشن کالقمر
تیں بن آس ہیکوں نہ، کاتی بے دی رہیم
سڑ گیا سر داسوہا، صورت رہی اوطا
ٹکڑے ٹکڑے جگر نت میں لیسندی رہیم
یحیاں ملی جوگی گیتم عشق دی گی
تک تک راہ تینڈا دل جلیندی رہیم
رو دیاں رات دیاں، کر کر لیاں بانہاں
تارے گن گن چناں شب نبھیندی رہیم
توگھن ملک عرب کر کوئی نیک سبب
آئی جان بلب اتول دھندی رہیم
حافظ ساری عمر اتھ جا جائے گزر
رکھ کے چوکھٹ تے سر ایہہ الندی رہیم

(مولانا حافظ احمد نواز صاحب جھنگوی)

رئیس الاولیاء، نقیب الاصفیاء، منبع رشد و ہدایت، معدنِ لطف و کرامت

صدر الافاضل حضرت مولانا الحاج، سراج الملت، حافظ، پیر، سید

محمد حسین شاہ صاحب علی پوری

قدس سرہٗ

کا

ختم چہلم شریف ۱۸۔ نومبر مطابق ۹ جمادی الثانی، ۳ ماگھ۔ بروز ہفتہ

آستانہ عالیہ نقشبندیہ جماعتیہ علی پور شریف میں ہوگا۔

جملہ یارانِ طریقت

کی بہت بڑی سعادت ہوگی کہ وہ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم شریف کے ختم میں شامل ہوں۔ اس عرصہ تک قرآن پاک کے ختم جتنے ہوسکیں کئے جائیں، علاوہ ازیں کلمہ طیبہ کا ختم بھی کم ازکم ستر ہزار دفعہ ہو۔ اگر اس تعداد کا بمراتب تکرار ہوجائے تو بہت بہتر ہے۔ جو پیر بھائی اور پیر بہنیں قرآن مجید نہیں پڑھی ہوئیں وہ سورۃ اخلاص یعنی قل شریف پڑھ کر بہت بڑی تعداد جمع کریں۔ چہلم شریف کے ختم میں خود حاضر ہو کر یا کسی کی وساطت سے اس کی اطلاع دیں تاکہ اس کا ثواب آنجناب کی روحِ پُرفتوح کو بھیجا جا سکے،

(تحریر: یزدانی خان صاحب پنوانہ)

سبحان اللہ سبحان اللہ

ادارہ انوار الصوفیہ جناب قمر صاحب یزدانی کا خلوص قلب سے شکریہ ادا کرتا ہے
کہ انہوں نے مندرجہ ذیل نعتیہ غزل "انوار الصوفیہ" میں شائع کرنے کے لئے بھیجی ہے۔

اے شافعِ محشر، شاہِ امم! سبحان اللہ سبحان اللہ
اے شانِ عرب، اے جانِ عجم! سبحان اللہ سبحان اللہ

شاہی ہے تری اے شاہِ امم! از فرشِ زمیں تا لوح و قلم
دربان ہیں تیرے قیصر و جم، سبحان اللہ سبحان اللہ

اے شمسِ ضحیٰ، اے بدرِ دُجیٰ! اے صدرِ علیٰ اے نورِ ھدیٰ
اے کہفِ وریٰ مصباحِ ظلم، سبحان اللہ سبحان اللہ

اے کاشفِ سرِ خفی و جلی! ہے غیرتِ جنت تیری گلی
اکسیر ہے تیری خاکِ قدم، سبحان اللہ سبحان اللہ

اے قبلۂ دیں، اے کعبۂ دیں! سلطانِ دو عالم، عرش نشیں
ہے دم سے ترے تقدیسِ حرم، سبحان اللہ سبحان اللہ

ارشادِ خدا ہر بات تری، ہے ذاتِ خدا سے ذات تری
ہر اک ارشاد ترا مُلہم، سبحان اللہ سبحان اللہ

ہیں نور سے تیرے ہی روشن، صحرا صحرا، گلشن گلشن
اے جلوۂ ربِّ دو عالم! سبحان اللہ سبحان اللہ

محبوبِ خدا سے کون و مکاں، اے جانِ جہاں ایمانِ جہاں
ہو سوئے قمر بھی نگہ کرم، سبحان اللہ سبحان اللہ

ایصالِ ثواب

مورخہ ۲۶۔ اکتوبر [illegible] بروز جمعرات جامع مسجد ملکل اداں کہروڑ پکا ضلع ملتان میں بڑی دھوم دھام سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، سراج الملت الحاج سید محمد حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ سجادہ نشین صاحب دربار عالیہ علی پور شریف ایصالِ ثواب ہوا۔

ع گذرے ہوئے دن یاد آتے ہیں

آہ صد بار آہ! آج سے غالباً دو سال قبل اسی جامع مسجد میں آج مرشدی مولائی کی قل خوانی کے لیے اجتماع ہو رہا ہے۔ آپ (بہ نفسِ نفیس مظہر شانِ جماعت) اپنے کلماتِ طیبات سے حق و باطل کا اظہار فرما رہے تھے اور غلامان کے دلوں کو گرما رہے تھے۔ مگر آہ! آج وہی مسجد ہے اور اسی منبر کے سامنے غلامان و عقیدت مندان اشکبار ہیں۔ اس مبارک اجتماع میں یارانِ سلسلہ کے علاوہ جملہ معلمین اور متعلمین مدرسہ غوثیہ نے بھی شرکت کی۔ بعد نماز فجر تلاوتِ قرآن کریم و وردِ کلمہ طیبہ شروع ہوا۔ اور متواتر ڈیڑھ گھنٹہ یہ سلسلہ جاری رہا۔ بعد ازاں متعلمین میں سے سید صادق حسین شاہ صاحب و حافظ محمد شریف صاحب جماعتی و مکرمی جناب ماسٹر غلام علی صاحب قریشی جماعتی نے قصائد بحضور قبلۂ عالم محدث علیپوری و حضرت سراج الملت قدس اسرارہم نہایت ہی دردناک انداز میں پیش کیے جس سے غلامان پر رقت طاری تھی۔ آخر میں محبّ مرشد چوہدری شیر محمد صاحب زرگر نے بھی قصیدہ پیش کیا۔ غلام کمتر نے مظہریتِ اتم اعلیٰ حضرت امیرِ ملت روحی فداہ کے عنوان سے مختصر تقریر پیش کی جس میں عرض کیا گیا کہ مرشدی و مولائی حضرت سراج الملت مرحوم مغفور بعینہٖ قبلۂ عالم اعلیٰ حضرت امیرِ ملت روحی فداہ کا نمونہ تھے۔ صورت و سیرت میں عبادت و ریاضت میں علمیت و فضلیت میں، زہد و اتقا توکل و رضا، غرضیکہ ہر طرح سے ہر صفت کے مظہرِ اتم تھے۔ حتیٰ کہ رفتار و گفتار کھانے پینے میں بھی حضور قبلۂ عالم کی اداؤں کا اظہار ہوتا تھا۔ ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ مرشد آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم کہ بہار آخر شد

اس کے بعد حسبِ ذیل ثواب حضرت مولانا نظام الدین صاحب صدر مدرس مدرسہ غوثیہ کو ملک کیا۔ آپ نے نہایت ہی خشوع و خضوع سے حسبِ ذیل ثواب بخشا اور تبرک تقسیم کیا گیا۔

کل ثواب

قرآن کریم ختم	۲۱	آیۃ الکرسی	۱۳۰
سپارے	۱۱۶	عہد نامے	۱۰۰
درود ملک	۲۰۲۴	کلمہ طیبہ	۱۲۵۰۰۰
			(سوا لاکھ)

الراقم

غلامِ غمزدہ صدیق احمد جماعتی کہروڑ پکا

جلسۂ تعزیت

بر وصالِ پُر ملال حضرت مولانا الحاج سراج الملت رضی اللہ تعالے عنہ، زیرِ اہتمام انجمن خدام الصوفیہ، بھوپال والا۔

آج مورخہ ۲۵/۱۰/۶۱ بعد نمازِ مغرب زیرِ صدارت چوہدری جلال الدین صاحب چیئرمین انجمن خدام الصوفیہ بھوپال والا ضلع سیالکوٹ ایک ہنگامی اجلاس بسلسلۂ تعزیت بر وفات حضرت قبلہ سراج الملت علی پوری منعقد ہوا۔ جس میں جملہ اراکین انجمن نے شمولیت کی، اجلاس میں حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کی روح مُبارک کو کلامِ پاک پڑھکر ثواب کیا گیا۔ اور کچھ عرصہ حضرت ممدوح کی ذات بابرکات کا ذکرِ خیر کرنے کے بعد جلسہ برخاست کیا گیا۔

(قاضی نور احمد سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ بھوپال والا۔ ضلع سیالکوٹ)

•

ع
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

افسوس صد افسوس حضرت شیخنا المعظم سراج الملت رح ہماری نظروں سے یکایک روپوش ہوگئے، آپ کے دیدار سے ابھی جی نہ بھرا تھا کہ آپ نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ وہ چاند سا منور چہرہ۔ سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنے والا نقشہ، خندہ پیشانی، پتلے پتلے لب اور لبوں پہ تبسم، نحیف و کمزور جسم، یادِ الٰہی میں مستغرق اور ذکر خدا کو ہمیشہ کرنے والی جان، آپ کی زبانِ شیریں، دل کی نرمی، ملاطفت اور ملائمت تا زیست نہ بھولیگی آپکی کم گوئی اور عالی حوصلگی، بردباری، تواضع و صبر و استقلال، ثابت قدمی اور استقامت چودہ کرم آپ کے نام کو ہمیشگی کے رجسٹر سے کبھی مٹنے نہ دے گی۔

آپ عالم باعمل، صوفی باصفا، زاہد بے ریا، عفیف الذیل اور کامل بزرگ تھے ع

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

•

• کراچی سے •

سراج الشعراء حضرت مولانا ضیاء القادری صاحب نے سراج الملت مولانا الحاج حافظ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ کی وفات حسرت آیات کی خبر میرے عریضہ سے جو میں نے ان کی خدمت میں ارسال کیا تھا، پڑھکر مندرجہ ذیل مکتوب لکھا ہے جس میں جناب نے قلق و اضطراب اور اندوہ و غم سے مملو تاثرات کا اظہار فرمایا ہے۔ (ایڈیٹر)

حضرت محترم و معظم دامت برکاتہم، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ؛

آج صبح روزنامہ انجام میں اور اس وقت آپ کے والانامہ سے خبر وصال پُر ملال حضرت شیخ الطریقت عالم شریعت مولانا پیر محمد حسین شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ معلوم ہوکر روح کو بیحد صدمہ ہوا۔ عہد حاضرہ میں، خدا رسیدہ بزرگوں کا قحط عام ہے۔ اس ماحول میں جہاں برگزیدہ حضرات کی کمی ہے' آپ کا واصل بحق ہونا مسلمانوں کی بدنصیبی کی علامت ہے۔ مشیت الٰہی پوری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کے مراتب عالم ارواح میں بلند تر فرمائے اور آپ کو جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ رعشہ کی وجہ سے زیادہ لکھنے سے قاصر ہوں' رب تعالیٰ آپ کو اور تمام پسماندگان و مریدین سلسلہ کو صبر و سکون عطا فرمائے۔ ابھی چند اشعار ذہن میں آئے بطور قطعہ تاریخ املا کرا رہا ہوں حضرت ممدوح کی صورت آنکھوں میں پھر رہی ہے۔ اس فقیر کے یہاں ایک جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صدارت فرما گئے ہیں۔ (ضیاء القادری۔ کراچی)

قطعہ تاریخ وصال

حضرت شیخ الطریقت صدر الشریعت، زبدۃ العرفاء، عمدۃ العلماء سیدنا پیر سید محمد حسین شاہ صاحب قبلہ سجادہ نشین جماعت عالیہ نقشبندیہ علی پور شریف رحمۃ اللہ علیہ۔

راہی ہوئے بہشت بریں کو ہزار حیف ☆ بزم جہاں سے آج محمد حسین شاہ،
نور نگاہ پیر جماعت علی تھے آپ ☆ تھے آپ شیخ کامل و اکمل خدا گواہ،
تھے نقشبندیوں کے عظیم الشرف بزرگ ☆ بے مثل تھے جہاں میں با ندازۂ نگاہ،
بعد وصال ان کی خدا مغفرت کرے ☆ مثل مہتاب جہاں میں تھے با درج عز و جاہ

سالِ وصال کہیئے ضیا آنجناب کی
جنت نصیب سید محمد حسین شاہ
۱۳۸۱

زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، معین الملت، مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی کا تبلیغی دورہ

بروز ہفتہ ۲۲ ستمبر کو زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی علی پوری نے لاہور سے ۱۲ بجے سوار ہو کر بذریعہ ریل تقریباً ۳½ بجے، ریلوے اسٹیشن سانگلہ ہل پر نزول اجلال فرمایا۔ راقم الحروف غلام رسول گوہر اور حاجی محمد دین نعت خواں قصوری آپ کے ہمراہ تھے۔ شام کا کھانا حافظ عبدالرحمن ٹھیکیدار ریلوے اسٹیشن کے کوارٹر میں تناول فرمایا۔ سانگلہ ہل کے یارانِ طریقت کو جب آپکی تشریف آوری کا علم ہوا تو وہ زیارت کیلئے وہیں چلے آئے کافی رات گئے تک آپ پند و نصائح فرماتے رہے اور ارادتمند ہمہ تن گوش ہو کر سنتے رہے۔ رات کو وہیں قیام کیا، صبح کو جناب حافظ صاحب نے ناشتہ کا پُر تکلف انتظام کیا، ناشتہ تناول کرنے کے بعد بذریعہ تانگہ موضع مرڑ کلاں چک ۱۳۲ میں تشریف لے گئے وہاں چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب سب انسپکٹر نے آپکو اپنی والدہ کے چہلم پر دعوت دی ہوئی تھی۔ اسی دن یعنی ۲۳ ستمبر بروز اتوار کو عصر کی نماز کے بعد ختم شریف میں شمولیت کی اور محمد دین نعت خواں نے ایک نعت سنائی پھر کھڑے ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا۔ اور آپ نے چوہدری صاحب کی والدہ مرحومہ کیواسطے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کیا۔ بعد ازاں مغرب کی نماز مسجد میں جاکر ادا کی اور پھر شام کا کھانا کھایا۔ عشاء کی نماز ادا فرما کر جلسہ گاہ میں جس کا اہتمام چوہدری صاحب نے اپنے گھر کے سامنے ایک کھلے میدان میں کیا تھا۔ تشریف لے گئے۔ گاؤں کے یارانِ طریقت اور جملہ مسلمان آپکی زیارت اور آپکا وعظ سننے کے لئے اس قدر آئے ہوئے تھے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ پھر حاجی محمد دین صاحب اور دیگر نعت خوان حضرات نے نعتیں پڑھیں بعد ازاں اس ناچیز نے فضائل اولیاء پر تقریباً ½ گھنٹہ تقریر کی، پھر بعد آپ نے کرسی صدارت پر بیٹھ کر نماز کے متعلق قرآن اور حدیث کی روشنی میں وعظ فرمایا آخیر میں سب حاضرین سے نماز کی پابندی کا ہاتھ اٹھا کر عہد لیا اور صلوٰۃ و سلام و قیام کے بعد دعا پر یہ جلسہ ختم ہوا۔ دوسرے دن پیر کے روز چوہدری صاحب کے مکان سے رخصت ہو کر میرے چھوٹے بھائی مولوی محمد شریف صاحب کی استدعا پر دوپہر کا کھانا ان کے مکان پر تناول فرمایا۔ اور رات کا کھانا بجھیں عالم بی بی دختر امام دین صاحب مرحوم کے ہاں کھایا اسی دن گلفروش صاحب نعت خواں بھی کہیں سے پھرتے پھراتے آ گئے آپ نے فرمایا آج رات بھی گاؤں کی جامع مسجد میں وعظ ہوگا، وہاں ایک یار بابا چراغ دین صاحب دلال نے سارے گاؤں میں بذریعہ ڈھنڈورا اعلان کروا دیا تھا کہ آج رات بھی حضرت صاحب وعظ فرمائیں گے اس لئے گاؤں کے یارانِ طریقت مسجد میں بکثرت آ گئے، عشاء کی نماز کے بعد جلسہ شروع ہوا

تلاوتِ قرآنِ پاک کے بعد نعت خوانی ہوئی۔ حضرت گلفردش صاحب نے پنجابی زبان میں ایک قصیدہ بھی پیش کیا، جس میں آنجناب کے اوصاف کے علاوہ جلسہ کی غرض و غایت کو بھی بیان کیا گیا تھا بعدازاں میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل پر وعظ کیا، اس کے بعد صلوٰۃ والسلام پڑھکر دُعا مانگی گئی قریباً ۱۱ بجے یہ جلسہ ختم ہُوا، رات کو بھی متوسل جی پی کی استدعا پر جناب چوہدری منشی جھنڈے خاں صاحب کے مکان پر قیام کیا بعد صبح ناشتہ کرنے کے بعد جملہ یارانِ طریقت بالخصوص میاں محمد عبد اللہ صاحب نے بڑے اشتیاق سے برائے حصولِ برکت و دُعا اپنے گھروں میں لے گئے پھر وہاں سے رُخصت ہو کر آپ گیارہ بجے سانگلہ ہل پہنچے، دوپہر کا کھانا آپ نے چوہدری غلام نبی صاحب ٹھیکیدار کے مکان پر کھایا۔ اور رات کا کھانا جناب مولانا الحاج ڈاکٹر صوفی غلام حیدر صاحب خلیفہ مجاز اعلیٰ، حضرت سراج الملت سجادہ نشین مدظلہ العالی کے مکان پر تناول فرمایا۔ اور حافظ عبد الرحمٰن صاحب کے مکان واقع ریلوے اسٹیشن پر رات کو قیام فرمایا۔ صبح آپ چار بجے بذریعہ ریل وزیر آباد کے راستہ سے علی پور شریف تشریف لے گئے۔ اور ہم دونوں آپ کے بعد صبح کا ناشتہ کھا کر لاہور جانے والی گاڑی پر ساڑھے سات بجے سوار ہو کر، تقریباً ساڑھے گیارہ بجے قصور پہنچے

ارتحالات

● ہمارے مخلص یارِ طریقت بمبر رسالہ انوار الصوفیہ کے ہمدرد اور مددگار کپتان حاجی محمد اسمٰعیل صاحب ۲۱ ستمبر بروز جمعہ فجر کی نماز کے بعد اچانک... فوت ہو گئے ہیں۔ آپ کے بیٹے نے اطلاع دی ہے کہ میرے والد بزرگوار ۱۴ ستمبر بروز جمعرات صبح ساڑھے پانچ بجے گھر سے مُلتان بذریعہ تانگہ جا رہے تھے کہ قریب تین فرلانگ جانے کے بعد گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا اور تانگہ اُلٹ گیا۔ اس حادثہ میں والد صاحب بمقضائے الٰہی اچانک اس دُنیائے فانی سے دار البقا کو سُدھار گئے اور ہم سب کو داغِ مفارقت دے گئے۔ حاجی صاحب حضرت قبلۂ عالم امیرِ ملت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مخلص غلاموں سے تھے۔ پابندِ صوم و صلوٰۃ اور تہجد گذار اور نہایت شریف النفس اور صالح آدمی تھے۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ کے لواحقین اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ آمین

ادارہ انوار الصوفیہ' جناب کپتان صاحب مرحوم کے فرزندان محمد اعظم علی خاں صاحب اور احمد خاں صاحب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ جملہ یارانِ طریقت مرحوم کیواسطے دُعائے مغفرت فرمائیں۔

● ملتان میں ہمارے مخلص یارِ طریقت ماسٹر نیاز منہ کا لڑکا جو نانویں جماعت میں تعلیم پاتا تھا۔ ۲۹۔ اکتوبر بروز اتوار تین بجے فوت ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور والدین اور جملہ لواحقین کو صبرِ جمیل عطا کرے۔

شکریہ

جن حضرات نے میرے تام یا قبلہ عموی صاحب یا دیگر حضرات خاندانِ عالیہ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نام تعزیت کے خطوط تحریر فرمائے ہیں میں اپنی طرف سے و قبلہ عموی صاحب کی طرف سے بلکہ تمام خاندانِ عالیہ کی طرف سے ان حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ ہر ایک کو فرداً فرداً جواب دینا بہت مشکل ہے۔

(سید اختر حسین جماعتی علی پوری)

(امتیاز علی خاں حوالدار کلرک ایبٹ آباد)

سوال نمبر ۱:۔ جو امام تنخواہ پر رکھا جائے اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں مع دلائل کے شائع کریں۔

سوال نمبر ۲:۔ ساکت نمازیں یعنی ظہر و عصر خاموشی کے ساتھ کیوں پڑھی جاتی ہیں۔ اس کی تشریح دلیل کیساتھ بیان کریں۔

• جواب ۱ •

متقدمین کے نزدیک اذان اور امامت اور تعلیم قرآن وغیرہ طاعات پر اجرت لینی جائز نہیں تھی۔ لیکن متاخرین مشائخ نے اس واسطے کہ ہمارے زمانہ میں دین کے اندر ناتوانی اور سستی پیدا ہو گئی ہے، اذان اور امامت اور تعلیم قرآن اور فقہ، حدیث پر اجرت لینی جائز کہا ہے۔ لہٰذا اب ہمارے زمانہ میں جو امام تنخواہ پر مقرر ہے۔ اس کے پیچھے نماز بلا شک و شبہ جائز ہے۔ اور آجکل ایسا امام ملتا ہی کہاں ہے جو بغیر تنخواہ کے نماز پڑھائے۔ دلائل یہ ہیں

والفتویٰ علی الیوم جواز الاستیجار لتعلیم القرآن۔ (کنز الدقائق ص ۳۶۲)

ھذا ھو المذھب المتاخرین من مشائخ بلخ استحسنوا ذالک لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ۔ کان شیخنا ابو محمد عبداللہ الخیزاخزی یقول فی زماننا یجوز للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجر ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ...... (در مختار ص ۱۷۹)

• جواب ۲ •

دلیل یہ ہے کہ ان دو نمازوں میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہی ثابت ہے کہ اونچی آواز سے قرأت نہ پڑھیں جیسا کہ کتب میں صراحۃً اور مشہور و معروف ہے۔ حکمت اور فلسفہ یہ ہو سکتا ہے کہ دن میں شور و غل ہوتا ہے۔ اس لئے مناسب ہوا کہ قرأت آہستہ کی جائے۔ رات کو سکون ہوتا ہے، مناسب ہوا قرأت کو اونچی آواز سے کیا جائے۔ ممکن ہے اس کا کوئی اور بھی فلسفہ ہو، میرے پاس رسالہ حمیدیہ جیسی کوئی کتاب نہیں آپ رسالہ حمیدیہ یا حجۃ اللہ البالغہ کی طرف رجوع کریں۔

(محمد صدیق صاحب منڈی پھلمدن)

سوال : ڈاڑھی منڈھے کو پنجگانہ نماز نفل اور جمعہ کی نماز کے لئے امام مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں۔

• جواب •

ڈاڑھی منڈھا فاسق معلن ہے۔ اس کا تقرر امامت کیواسطے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔

(حنیف پرویز چیچاوطنی)

سوال :۔ میرا دوست حکمت سے دلچسپی رکھتا ہے اس نے سانپ کا سر کاٹ کر اس میں ایک دوائی بھر کر رکھی ہے، اور وہ دوائی اس کو بطور خوراک استعمال کرتا ہے، کیا وہ دوائی کھانی جائز ہے کہ نہیں؟

جواب :۔ اس کے کھانے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔

(عطا محمد خاں صاحب حامد سکنہ آباد)

سوال :۔ نثار احمد خاں نے اپنی لڑکی منور جہاں بیگم کا نکاح زید سے کیا تھا۔ اس کے دو سال بعد منور جہاں بیگم کے والد

کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے کسی رشتہ دار نے عدالت سے اس کا نکاح منسوخ کروا کر کسی دوسرے شخص کیساتھ کروا دیا ہے کیا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز ؟

• جواب •

مساۃ منور جہاں بیگم زید کی منکوحہ ہے۔ جب تک زید اس کو طلاق نہ دے یا وہ فوت ہو جائے یا منور جہاں بیگم اس سے خلع نہ کرے یا ان دونوں میں سے العیاذاً باللہ کوئی مرتد نہ ہو جائے، عقد نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ اس کا نکاح ثانی قطعی باطل ہے۔ اس کو پہلے خاوند کے پاس جانا چاہیئے۔ جن لوگوں نے بطور نکاح خواں اور گواہوں کے اس نکاح ثانی میں شرکت کی ہے۔ ان پر توبہ لازم ہے اور وہ واجب التعزیر ہیں۔

(ایک خریدار صاحب)

سوال: بندہ کو عرصہ چار ماہ سے پاؤں پر چنبل ہے دیسی انگریزی علاج کر چکا ہوں آرام نہیں آیا۔ اگر آپ کو کوئی دوائی یاد ہو تو بتائیں، آپ کی مہربانی ہوگی۔

جواب: بھٹیارے کی چھت کا دھواں ۱ تولہ۔ تنور کی جلی ہوئی روٹی ۱ تولہ۔ انزروت ۱ تولہ۔ زنگار سبز تانبہ اصلی ۶ ماشہ مکھن ۲½ تولہ ۱۰۱ دفعہ پانی سے دھوئیں اور ادویہ مذکورہ پیس کر سفوف بنائیں اور مکھن میں ملا کر مقام ماؤف پر لگائیں اگر افاقہ نہ ہو تو دوائے چنبل تیار کردہ افضل دواخانہ (رجسٹرڈ) قصور یا معرفت رسالہ انوار الصوفیہ طلب کریں۔

سہ ماہی رپورٹ

مجالسِ ختمِ خواجگان

نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ

و

حلقہ ہائے ذکر ۲۳ جون ۱۹۶۱ء تا ۱۵ ستمبر ۶۱ء

سلسلہ عالیہ جماعتیہ نقشبندیہ کے ہفتہ وار اجتماعات باقاعدگی ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب بہ جامع مسجد دو دروازہ شہر سیالکوٹ منعقد ہوتے رہے۔ ان اجتماعات کی قیادت حضرت محترم مولانا قاضی شمس الدین صاحب جماعتی امیر حلقہ اور بسا اوقات حضرت محترم حافظ قاری عبداللطیف صاحب جماعتی نائب امیر حلقہ فرماتے رہے۔ شامل ہونے والے یارانِ طریقت کی تعداد اکثر ۲۵، ۳۰ کے قریب رہی۔ ان میں شہر اور چھاؤنی کے یارانِ طریقت شامل ہیں۔ بعد نماز مغرب ختم خواجگان پڑھا جاتا رہا۔ پھر دعا کے بعد حلقہ ذکر انعقاد پذیر ہوتا رہا۔ اور اس کے بعد ملک و ملت اور یارانِ طریقت کی دینی و دنیاوی فلاح و بہبود کے لئے عموماً اور جانشینانِ اعلیٰ حضرت امیرِ ملت و وابستگان دربار، دربار عالیہ علی پور شریف کے لئے خصوصاً دعائے خیر کی جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول و منظور فرمائے اور یارانِ طریقت کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شوق و ذوق دلی شامل ہو کر ذکرِ الٰہی کے فیضان اور اعلیٰ حضرت امیرِ ملت سرکارِ علی پوری کی باطنی توجہات سے متمتع ہونے کی توفیق بخشے، آمین

(منجانب امیر حلقہ کلیم جماعتی مجددی)

۲۰- اکتوبر کو جمعہ کے دن یارانِ طریقت کوہاٹ نے حلقہ ذکر کے موقع پر اعلیٰ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے وفات حسرت آیات کی خبر سن کر ختم شریف کے بعد حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ* کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب دیا۔ دعا کی اور قرار پایا کہ حضرت قبلہ مخدوم و مکرم حضرات صاحبزادگان کرام کی خدمت اقدس میں، یارانِ طریقت کوہاٹ کی طرف سے تعزیت نامہ ارسال کیا جائے۔ یارانِ طریقت کو اس خبر کے سننے سے ازحد صدمہ ہوا لیکن مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ، دعا ہے کہ خداوند جل شانہ حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو مدارج عالی عطا فرمادیں۔ اور دربار اقدس میں خیر و برکت ہو اور ہم غلامانِ

اخبار

آستانۂ عالیہ علی پور شریف

زبدۃ العارفین، منبع رشد و ہدایت، آفتاب ولایت، فخر المحدثین، استاذ العلماء، سند العقلاء، مولانا الحاج سراج الملت، پیر، سید، حافظ

محمد حسین شاہ صاحب

قدس سرہٗ

۱۶۔ اکتوبر بروز پیر عالم فانی سے عالم باقی کی طرف انتقال فرما گئے ہیں، اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون، آپ کا ختم شریف

چہلم ۱۸۔ نومبر ہفتہ کو ہوگا

ادارہ انوار الصوفیہ، محترم ذی شان علامہ مولانا الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی اور عالی جناب زبدۃ العارفین منبع کمالات صوری و معنوی مولانا الحاج پیر سید نور حسین مدظلہم العالی و دیگر صاحبزادگان و بولوجی صاحبہ و بوجی صاحبہ و دیگر اہلِ خانہ کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے (آمین) ——

جملہ صاحبزادگان حضرات گرامی قدر علی پور شریف رونق افروز ہیں، قبلہ عالم، زبدۃ العارفین، مولٰنا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب تا چہلم علی پور شریف مقیم رہیں گے۔ مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی بھی آستانۂ عالیہ پر رونق افروز ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ ان دونوں ذی شان کو ہمیشہ سرسبز اور خوش و خرم رکھے اور یہ گلشنِ طریقت بادِ خزاں کے تنظلم اور دست درازی سے تا قیامت محفوظ رکھے (آمین ثم آمین)